

فہرست مضمونیں

3	ضیاء البیان فی تفسیر القرآن	علام حافظہ بندری الہبی
7	الظہور رسول علی اللہ علیہ وسلم سے محبت	اولاد
8	عربی دبے خیال کا سیاپ	دہب
11	تاریخ تحریک رجوع ای القرآن	میاں محمد الیاس
17	شریعت کا باعث تفسیر	مولانا سید حسین الدین
25	ایک دنی تحریک کا گھری اور علی الائچی	ڈاکٹر محمد امین
33	روزہ۔۔۔ ایک ماہ کی ٹریننگ	
35	دنی ساک	مولانا مفتی محمد ازاد مولانا نبیلہ الحق
40	اپنے گھروں کو پہچائیے!	مفتی عمر القی جنی
48	خادم و پیغمبر سماں کی ایک مختصر تعارف	ڈاکٹر یوسف الفراص
49	الاخوان اسلام	ڈاکٹر محمد شاہد ریٹی
60	چامدہ و ملکہ شعبہ جات کے معنوں اور گرمیاں	مر جمال علی



قیمت فی ٹھہر 30 روپے تر سالانہ۔۔۔ 160 روپے

سالانہ ذر تھانوں ہی وہ مالک: 20 ڈاڑہ

پیک اکاؤنٹ نمبر: 8-012003200

پیک کوڈ: 0864

الائینڈ ٹیک لیٹری فیٹر آباد رائے پشاور پاکستان۔

برائے رابطہ:

فون: 300 45 22 45 + 92-91-93 93 151، موبائل: +92(0)333-93 93 033

مکتب ادارت

پروفیسر ڈاکٹر محمد عمر
پروفیسر ڈاکٹر دوست محمد خان
مولانا ڈاکٹر اکرم الحق یا سین
مولانا ڈاکٹر سراج الاسلام حنفی
انجمنی میاں محمد الیاس
پروفیسر سید طاہر شاہ
مفتی ضیاء الحق
ڈاکٹر یوسف ظفر
مشتی سراج الحق
ابو شتاب ٹکلیل احمد

محلہ: کتابت کا یہ
محلہ "تلخیق القرآن"
جامعہ تلخیق القرآن
یونیورسٹی آف دین اسلام پاکستان۔



ای سل

mujalla.jamiat@gmail.com

وہب سائٹ

www.allshaat.com

پبلیشر: حشت علی سانی

پرائز: الحلم پیشناگ سروز

ترسل انجمن

قاری احتشام الحق

0333-9393151

ضياء البيان في تفسير القرآن

مِنْ مُصَطَّبَاتِ اللَّهِ بِنْ يَاهُو

سورة البقرة (آيت ٢٩١ تاً)

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشَكُّونَ ﴿٢٩﴾ الَّذِي جَعَلَ
كُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بَنَاءً وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الشَّرَابِتِ رِزْقًا لَكُمْ
فَلَا تَجْعَلُوا إِلَهًا آنَدًا وَإِنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٣٠﴾ وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَى عَبْدِنَا فَأَتُوا إِسْرَارَةً مِنْ
مِثْلِهِ وَادْعُوا شَهِدًا كُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٣١﴾ فَلَمَّا تَفَعَّلُوا وَلَمْ تَفَعَّلُوا فَأَتَّقَوْا
أَنَّ رَبَّهُمْ جَنَّتِي تَحْبِرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَرُ كُلُّ سَارِزْقُوْمِنْهَا مِنْ شَرَرَةِ رِزْقًا قَالُوا هَذَا الَّذِي رُزِقَنَا مِنْ
قَبْلِهِ وَأُنْوَابِهِ مُتَشَابِهًا وَلَكُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُطْهَرَةٌ وَهُمْ فِيهَا خَلِدُونَ ﴿٣٢﴾ إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحِي أَنْ
يَضْرِبَ مَثَلًا مَا بَعْوَذَةً فَمَا فَوْقَهَا فَأَمَّا الَّذِينَ أَمْنَوْا فَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ وَأَمَّا الَّذِينَ
كَفَرُوا فَأَيْمَوْلُونَ مَا ذَادَ اللَّهُ بِهِمْ ذَلِلاً يُضَلِّلُ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا وَمَا يُضَلِّلُ بِهِ إِلَّا
الْفَسِيقِينَ ﴿٣٣﴾ الَّذِينَ يُنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيَّاشِاقِهِ وَيَنْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُؤْصَلَ وَ
يُقْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَئِكَ هُمُ الْخَسِرُونَ ﴿٣٤﴾ كَيْفَ تَكُفُّرُونَ بِاللَّهِ وَلَكُمْ أَمْوَاتًا فَاحْيِا كُمْ ثُمَّ
يُيَسِّرُكُمْ ثُمَّ يُحِيِّكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٣٥﴾ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ أَسْتَوِي
إِلَى السَّمَاءِ فَسَوْهُنَّ سَبْعَ سَلَوْتٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٣٦﴾

ترجمہ: اے لوگو بندگی کرو خالص اپنے رب کی، جس نے پیدا کیا تم کو اور ان کو جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم پر ہیز گار بن جاؤ۔ جس نے بنیا واسطے تمہارے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھٹ اور اتارا آسمان سے پانی پھر نکالے اس سے میوے تمہارے کھانے کے واسطے، سونہ ٹھہر اُو کسی کو اللہ کے مقابل اور تم تو جانتے ہو۔ اور اگر تم نجک میں ہو اس کلام سے جو اتارا ہم نے اپنے بندہ پر تو لے آؤ ایک سورت اس جیسی، اور بیلا دا اس کو جو تمہارا مدد گار ہو اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو۔ پھر اگر ایمانہ کر سکو اور ہر گز نہ کر سکو گے تو پھر پھو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پھر ہیں، جو تیار کی ہوئی ہے کافروں کے واسطے۔ اور خوشخبری دے دو ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور اعجھے کام کیے کہ ان کے واسطے باغ ہیں کہ بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں، جب ملے گا ان کو وہاں کا کوئی پھل کھانے کو تو کہیں گے یہ تو وہی ہے جو ملنا تھا ہم کو اس سے پہلے، اور دیے جائیں گے ان کو پھل ملتی جلتی صورت کے، اور ان کے لیے وہاں عورتیں ہوں گی پاکیزہ اور وہ ہیں ہمیشہ رہیں گے۔ بے شک اللہ شرعاً تا نہیں اس بات سے کہیاں کرے کوئی مثال مجھر کی یا اس چیز کی جو اس سے بڑھ کر ہے، سو جو لوگ مومن ہیں وہ یقیناً جانتے ہیں کہ یہ مثال صحیح ہے جو نازل ہوئی ان کے رب کی طرف سے اور جو کافر ہیں سو کہتے ہیں کیا مطلب تھا اللہ کا اس مثال سے، گراہ کرتا ہے خداۓ تعالیٰ اس مثال سے بہتیروں کو اور بدایت کرتا ہے اس سے بہتیروں کو اور گراہ نہیں کرتا اس مثال سے مگر نافرمانوں کو، جو توڑتے ہیں خدا کے معاهدے کو مضبوط کرنے کے بعد اور قطع کرتے ہیں اس چیز کو جس کو اللہ نے فرمایا ملانے کو اور فساد کرتے ہیں ملک میں وہی ہے ٹوٹے والے۔ کس طرح کافر ہوتے ہو خداۓ تعالیٰ سے حالانکہ تم بے جان تھے پھر جلایا تم کو پھر مارے گا تم کو، پھر جلائے گا تم کو، پھر اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ وہی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے واسطے جو کچھ زمین میں ہے سب، پھر قصد کیا آسمان کی طرف سوٹھیک کر دیا ان کو سات آسمان اور خداۓ تعالیٰ ہر چیز سے خبردار ہے۔

تفسیر و تشریح:

یَا أَيُّهَا النَّاسُ: تین جماعتوں (مومن، کفار، منافقین) کے تفصیلی تذکرے کے بعد اس مسئلے کا بیان ہو رہا ہے جس مسئلے کی وجہ سے ہمیشہ تین جماعتوں میں آتی ہیں۔۔۔ **یَا أَيُّهَا النَّاسُ**۔۔۔ خطاب عام ہے، لوگو! عبادت و پکار صرف اپنے پروردگار کی کرو۔ یہ دعویٰ ہے۔ **أَلَّذِي خَلَقَكُمْ** اس دعویٰ کی

دلیل ہے۔ اللہ ہی کی عبادت و پکار اس لیے کرو کہ وہ تمہارا خالق ہے اور صرف تمہارا نہیں، تمہارے آباو اجداد کا خالق بھی وہی ہے۔ مِنْ قَبْلِكُمْ سے مراد مشرکین کے معبدوں بھی ہو سکتے ہیں، اور مطلب یہ ہو گا کہ تمہارا خالق بھی اللہ ہی ہے اور تمہارے معبدوں کا پیدا کرنے والا بھی اللہ ہی ہے۔ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ (خل: ۲۰) جن کو مشرکین اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ کچھ پیدا نہیں کر سکتے (بلکہ) وہ خود پیدا کیے گئے ہیں۔۔۔ اس آیت سے اس دوسرے مفہوم کی تائیدی جاسکتی ہے۔

الَّذِي جَعَلَ: یہ بھی دلیل عقلی کا حصہ ہے کہ زمین کو ہموار بنانے کا چلنے پھرنے کے قابل اسی نے بنایا اور بغیر ستونوں کے آسمان جیسی چھت بنائی، بادلوں سے بارش برسا کر مختلف قسم کے پھل اسی کی قدرت کا شاہکار ہیں۔ فَلَا تَجْعَلُوا إِلَهَكُمْ أَنْدَادًا دعویٰ اور دلیل کے بعد شرعاً اور نتیجہ ہے کہ اگر یہ سب کچھ کرنے والا اللہ ہی ہے تو پھر عبادت و پکار بھی صرف اسی کی کرو اور اس کی صفات میں مخلوقات میں سے کسی کو شریک اور سا جبھی نہ بناؤ۔

وَإِنْ كُنْتُمْ: توحید کو مانا اور اپنے معبدوں کی پوجا پاٹ کو چھوڑنا مشرکین کے لیے آسان نہیں تھا۔ چنانچہ انہوں نے اس دعویٰ توحید کے جواب میں پہلا شے یہ پیش کیا کہ یہ اللہ کی کتاب نہیں، بلکہ (العیاذ بالله) محمد ﷺ خود بناتا ہے۔ ان کے اعتراض کے جواب میں فرمایا: تم اگر اپنی اس بات میں سچے ہو تو تم اس جیسی ایک سورت بنانے کا دکھا جو ایسی پڑ مغر، حکیمانہ، موثر اور شیریں ہو، جو ایسی انقلاب آفرین ہو اور جس کے دلائل ایسے محکم ہوں جو مضامین و مطالب کا سمندر ہو اور فصاحت و بلاغت کا شاہکار ہو۔ مگر میں کہتا ہوں کہ تم ایسا ہر گز ہرگز نہیں کر سکو گے۔ پھر تاریخ گواہ ہے کہ قرآن کے زور فصاحت کے سامنے بڑے بڑے شاعروں کی زبانیں گلگ ہو گئیں، قرآن کا یہ چیلنج مکرین قرآن کے سر پر قیامت کی صبح تک تواریخ کر لکھا رہے گا۔

وَبَشِّرِ الَّذِينَ: پچھلی آیت میں کفار کے لیے تحویف تھی، اللہ رب العزت کا قرآن میں اکثر مقامات پر یہ انداز اور طرز اسلوب ہے کہ جہاں کفار کو تحویف سناتے ہیں وہیں مونوں کو بشارت سے نوازتے ہیں۔ یہ بشارت ہے اہل جنت کو، دنیا سے ملتے جلتے پھل دیے جائیں گے، جن کو دیکھ کروہ کہیں گے یہ تو وہی ہیں جو

ہم دنیا میں کھاچکے ہیں، یا یہ تو وہی پھل ہیں جو ہم نے جنت میں کل بھی کھائے ہیں، مگر جب انہیں کھائیں گے تو ذائقہ مختلف اور مزہ نرالا ہو گا۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي: یہ مشرکین کے دوسرا اعتراض کا جواب ہے۔۔۔ اعتراض یہ تھا کہ قرآن میں مکھی، مکڑی جیسی چھوٹی اور حیرتی چیزوں کی مثالیں دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ یہ اللہ کی نازل کردہ کتاب نہیں۔۔۔ جواب دیا کہ ان مثالوں کے ذریعے ایمان والوں کے ایمان و بیقین میں تازگی آتی ہے اور مشرکین ضد و عناد کا شکار ہو کر گمراہی میں مزید آگے بڑھ جاتے ہیں۔

الَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ: عہد سے مراد توحید پر کاربند رہنے اور احکام الہی پر عمل بیرا ہونے کا عہد ہے۔ اور عہد توڑنے سے مراد ہے اس عہد کی پرواہنہ کرنا۔ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ سَيِّدُ الْعَالَمِينَ سے مراد وہ تمام تعلقات ہیں جن کو قائم رکھنے اور جوڑنے کا شریعت نے حکم دیا ہے۔۔۔ وَيُفْسِدُونَ سے مراد شرک و کفر کے ذریعہ فساد پھیلانا ہے، یا مراد ہر وہ عمل اور فعل ہو گا جفساد فی الارض کا موجب بنے۔

كَيْفَ تَكْفُرُونَ: دعویٰ سورت کے بعد اور قرآن پر ہونے والے دو اعتراضوں کے تسلی بخش جواب دینے کے بعد ایک دفعہ پھر توحید کا نزد کرہ ہو رہا ہے۔ اس آیت کا تعلق فَلَا تَجْعَلُنَا إِلَّهَ أَنْدَادًا کے ساتھ ہے۔ یعنی تم اللہ کے ساتھ اور وہ کو شریک کیسے بناتے ہو، حالانکہ تم مردہ تھے (یعنی کچھ بھی نہیں تھے) پھر اس نے تمہیں زندگی بخشی (یعنی ماں کے پیٹ سے دنیا میں لاایا) پھر وہی تھیں موت دے گا اور پھر قیامت کے دن وہی تم کو زندہ کرے گا۔ پھر حساب و کتاب کے لیے تم اسی کے سامنے پیش کیے جاؤ گے۔ جب یہ سب کچھ کرنے والا میں ہوں تو پھر میرے دعویٰ کو تسلیم کرو کہ عبادت و پکار کے لائق بھی صرف اور صرف میں ہی ہوں۔

هُوَ الَّذِي: یہ بھی دلیل عقلی کا حصہ ہے۔ زمین کی ہر شے کو اللہ رب العزت نے انسانوں کے فائدے کے لیے پیدا فرمایا۔ وہی ہے جس نے سات انسانوں کو ٹھیک ٹھاک اور مکمل بنایا کہ ان میں کسی قسم کی درزیا شکن اور خامی موجود نہیں۔ وَهُوَ يَكُلُّ شَيْءٍ عَلَيْهِمْ پورے رکوع میں اللہ نے اپنی قدرت کاملہ کا نزد کرہ فرمایا۔ آخر میں اپنے علم کا مل کا ذکر فرمایا۔ یعنی عالم الغیب بھی صرف میں ہوں۔ جب یہ دونوں صفتیں میری ہیں تو پھر کائنات کا معبد حقیقی بھی صرف میں ہی ہوں۔ اس لیے ہر قسم کی عبادت صرف میری ہی کرو۔

ادارہ

اللہ اور رسول ﷺ سے محبت

عَنْ أَنَسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوةً الْأَنْيَانِ أَنْ يَكُونَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ، أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنَ سَوَاهُمَا وَأَنْ يُحِبَّ الْمُرْءَ لَا يُحِبُّهُ، إِلَّا لِلَّهِ وَأَنْ يَكْرَهَهُ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفُرِ كَمَا يَكْرَهُهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ۔ (بخاری و مسلم)

ترجمہ: سیدنا انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تین چیزیں جس شخص میں ہوں، اسے ایمان کی حلاوت نصیب ہو گی یہ کہ اللہ اور اس کا رسول اسے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہو، اور یہ کہ اسے جس سے بھی محبت ہو اللہ ہی کے لیے محبت ہو، اور یہ کہ کفر کی طرف پلتا اتنا ہی ناگوار ہو جتنی ناگوار اسے یہ بات ہے کہہ اس کو آگ میں جھونک دیا جائے۔

شرح: ایمان قلب و روح کی ایک لذت اور مٹھاں ہے، یہ متابع بے بہا اسی خوش نصیب بندے کے حصے میں آتا ہے جس میں تین خوبیاں پائی جائیں یا جو تین خوبیاں اپنے اندر پیدا کرنے کے لئے یہم سی و کوشش کرے۔ یہ کہ اللہ اور رسول ﷺ کی محبت دنیا کی ہر چیز سے زیادہ اور ہر چیز پر حاوی ہو۔

قرآن پاک میں ہے: ”ایمان والے اللہ سے شدید محبت رکھتے ہیں“ (آل عمرہ: ۱۶۵)

دوسری جگہ ارشاد ہے: ”یہ نبی ﷺ مونوں کے لئے ان کی جانوں سے بڑھ کر ہیں“ (آل احزاب: ۲۶) دوسری بات یہ کہ اس کے سوا جس سے بھی محبت ہو اللہ ہی کے لئے ہو یعنی اللہ کی محبت قلب و روح پر اس طرح حاوی ہو کہ ہر دوسری محبت اسی کے تحت ہو اور اللہ ہی کے لیے ہو۔

تیسرا بات یہ کہ ایمان سے کفر کی طرف جانا اس کو ایسا ہی ناگوار ہو جیسا کہ آگ میں جھونکا جانا، یعنی اللہ کی محبت اور اس سے تعلق اس قدر شدید اور شعوری ہو کہ اس سے انکار اور کفر آدمی کے لئے اسی طرح ناگوار اور ناقابل تصور بن جائے جس طرح آگ میں ڈالا جانا محسوس طور پر آدمی کے لئے ناگوار اور ناقابل تصور ہے۔

عربی و بے حیائی کا سیلاپ

مددیر

ہمارے حصہ میں تاریخ کا جو دور آیا ہے وہ گناہوں کی کثرت اور اشاعت سے بڑھ کر گناہوں کے عمومی رواج بننے کا دور ہے۔ کتنے ہی گناہ بیس جو معاشرے کا عام چلن اور رواج بن چکے ہیں اور انہیں گناہ کہنے سے کتنے ہی معززین غصہ میں آپ سے باہر ہو جاتے ہیں۔ اس کثرت و اشاعت معاصری میں اگر آپ کوئی ایک ایسا گناہ نامزد کرنا چاہیں اسے شہر گناہ کی پیچان قرار دیا جاسکے تو وہ عربی و بے حیائی ہے۔ دیگر گناہوں کی طرح یہ گناہ بھی ہر حصہ اور تہذیب میں موجود رہا ہے لیکن کبھی بھی اسے فن آرٹ اور کلچر کا مقام نصیب نہ ہوا ہو گا، نہ ہی کبھی یہ سماجی مقام کا ذریعہ بن سکا ہو گا۔ مگر آج یہ عزت و شہرت کا ذریعہ اور سماجی مرتبہ کا وسیلہ بن چکا ہے۔ دنیا کے مختلف مذاہب اور تہذیبیں مغربی تہذیب سے نکالت کھا کر یا مغرب زدگی کا شکار ہو چکے یا گوشہ تھائی میں جا چھپے اور عالمی منظر نامہ پر اس حیا بخش تہذیب کا مقابلہ کرنے کے لئے کوئی سامنے نہیں رہا، صرف اسلام انسانیت کا نمائندہ ہونے کی حیثیت سے اس شیطانی تہذیب کا مقابلہ کر رہا ہے۔ حضور نبی ﷺ کو وحی الہی کی روشنی میں اس عالمی منظر نامہ اور اس تہذیب میں جنگ کا خوبی علم تھا۔ اس لئے آپ کے مختلف ارشادات میں اس حوالے سے رہنمائی ملتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امت کے دین و ایمان اور اخلاق و کردار کے لئے سب سے زیادہ نقصان وہ فتنہ، جسی بے راہ روی اور عربی و بے حیائی کا ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

مَا تَرَكْتُ بَعْدِي فِتْنَةً هِيَ أَصْرُّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ (بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، مسند احمد)

یعنی میرے بعد کے دور میں مردوں کے لیے عورتوں کے فتنے سے بڑھ کر کوئی فتنہ نہیں۔

آج ہم اس نبوی پیشین گوئی کا مشاہدہ کر رہے اس عورت کو عربی و بے حیائی کا نامونہ بنانے کے لئے ہر سڑک اور ہر چوک میں اس کی شرمناک تصاویر کو آویزاں کر دیا گیا ہے۔ مغربی تہذیب کے نمائندہ شہروں یا ان کی نمائندہ شخصیات کو دیکھیں تو مرد مکمل لباس میں جبکہ عورت کم از کم لباس کے ذریعہ لباس سے آزادی کی کو شش میں نظر آتی ہے۔ آج ترقی یافتہ ممالک کی تعلیم ثقافت، سیاست، ذراائع ابلاغ، کلچر اور آرٹ ہر جگہ بھی

عربی و فارسی اور ربے حیانی و قبہ گری مسلط ہے۔ آپ ﷺ نے اس گندگی کی کراہیت و شناخت واضح کرتے ہوئے بڑے سخت الفاظ میں فرمایا: **لَعْنَ اللَّهِ النَّاطِرُ وَالْمُنْظُورُ إِلَيْهِ**۔ (مکہ، کنز العمال) کسی کا نیگا جسم دیکھنے والے اور کسی کو اپنا نیگا جسم دکھانے والے دونوں پر اللہ کی لعنت اور پھٹکار ہے۔ عربی و بے حیانی کا یہ سیلا ب آج ہمارے بازاروں اور سڑکوں میں ہی نہیں، بہرہ رہا بلکہ ہمارے تعلیمی اداروں بالخصوص یونیورسٹیوں اور ہمارے گھروں میں بھی میدیا اور فیشن کے ذریعہ داخل ہو چکا ہے تعلیم کے نام پر شادی کو زیادہ سے زیادہ تاخیر کا شکار بنانا اور جہیز وغیرہ فضول رسوم کے ذریعہ نکاح کا مشکل سے مشکل تر بنادینا اسی شیطانی عربی و تہذیب کی مدد ہے، ایسے حالات میں جو نوجوان اپنے ایمان و کردار کو بچانے کی فکر کرنا چاہیں ان کے لئے دربار رسالت کی طرف سے بڑی بشارات ہیں۔ ارشاد نبوی ہے:

مَنْ يَصْمِنْ لِيْ مَا بَيْنَ لِحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنْ لَهُ بِالْجَنَّةِ۔ (بخاری، ابن ماجہ، مکہ)

”جو مجھے اپنی زبان اور شر مگاہ کی حفاظت اور صحیح استعمال کی حفانت دے، میں اسے جنت کی حفانت دیتا ہوں۔“

ایک دوسری جگہ پر اپنے خاندان کے نوجوان کو مخاطب فرمائ کر اپنی ساری امت کے نوجوانوں کے لئے بشارت دی کہ: **يَا فُتَيْيَانَ قُرْيَشٍ لَا تَرْنُوا فِإِنَّهُ مَنْ سَلَّمَ اللَّهُ لَهُ شَبَابَهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ**۔

اے قریش کے نوجوانو! زنانہ کرنا، کیونکہ جس کی نوجوانی کو اللہ اس داغ سے محفوظ فرمادے وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ (مند طیالی۔ کنز العمال، الترغیب والترحیب)

نوجوانی کی حفاظت کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنے میں یہ کلتہ بھی مضمرا ہو سکتا ہے کہ اس داغ سے حفاظت حضن اس کے فضل و توفیق اور اس کے دین کی پابندی سے ہی ممکن ہے۔

جنس بے قابو کو قابو کرنا اور موجودہ عربی و بے حیانی کے طوفان میں جنسی جذبہ کو شریعت کا پابند بنانا جس قدر مشکل ہے، اجر اور انعام بھی اسی قدر زیادہ ہے کہ ایسے نوجوانوں کے لئے جنت خود منتظر ہے اور انہیں ابھی سے جنت کی حفانت دے دی گئی ہے، جس کا ایک لازمی شرط یہ بھی ہے کہ وہ ابھی سے رب کریم کی خصوصی رحمت و توفیقات کے سایہ میں آپکے۔

لیکن میدیا اور دیگر جو ادارے یا افراد مسلمان معاشروں میں بے حیانی پھیلانے کے جرم عظیم میں ملوث ہیں وہ بھی قرآن کریم کی زبانی اللہ تعالیٰ کا یہ براہ راست اعلان اپنے پیش نظر رکھیں۔

إِنَّ الَّذِينَ يُحْبُّونَ أَنْ تُشَيِّعَ الْفَحْشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا اللَّهُمَّ عَذَابُ الْيَمِّنِ فِي الدُّنْيَا وَ
الْآخِرَةِ。وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ۔ (النور: ۱۹)

بے شک جو لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلے ان کے لئے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے۔ اللہ جانتا ہے جبکہ تم نہیں جانتے۔

یہ شمارہ قارئین کو ان شا اللہ رمضان المبارک میں ملے گا۔ اللہ نے ۔۔۔۔۔ کرم فرمایا کہ رمضان المبارک عنایت فرمایا۔ اللہ کریم ہمیں اس کی قدر دافی اس سے زیادہ سے زیادہ وصول کرنے کی توفیق و ہمت عطا فرمائے۔ قرآن کریم میں فرضیت روزہ کا مقصد یوں بیان فرمایا:

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ”تاکہ پر ہیز گار بن جاؤ۔“

ظاہر ہے جو شخص پورا مہینہ اللہ کا حکم سمجھ کر حلال و طیب چیزوں سے بھی بچتا ہے کہ روزہ نہ ٹوٹ جائے۔ وہ باقی گیارہ مہینے اللہ ہی کا حکم توڑ کر کسی گناہ کی طرف کیسے جاسکتا ہے۔ روزہ کی حالت میں گناہوں سے جس قدر اجتناب کا اہتمام ہو گا۔ روزہ اتنا ہی طاقتور اور کامل ہو گا لیکن گناہوں کی میل سے روزہ کے ثواب میں کمی آتی رہتی ہے حتیٰ کہ گناہوں کے بڑھنے سے ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ گناہوں کی نحوست روزہ کی حقیقت کو ختم کر دیتی ہے اور انسان کے حصے میں بھوک پیاس کے سوا کچھ نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ عمل نصیب فرمائے۔ آ میں۔

سید کفایت بخاری

مجھے پڑھئے

محلہ تبلیغ القرآن ایک دینی، اصلاحی اور تربیتی مجلہ ہے، آپ خود بھی پڑھیں اور اپنے دوست احباب کو بھی پڑھنے کی دعوت دیں اور اشاعت دین میں ہمارا معاون بیٹیں۔

تاریخ تحریک رجوع الی القرآن

میان محوالیاں

مسلمان جہاں بھی گئے قرآن حکیم اور مسجد ساتھ لے کر گئے۔ انہوں نے ایک طرف قرآن حکیم کے درس و تدریس اور اسے سمجھنے سمجھانے کا خصوصی اہتمام کیا تو دوسری طرف مساجد کی تعمیر کا سلسلہ جاری رکھا، کہیں بھی اپنا گھر بنانے سے پہلے مسجد بنانے کی سوچتے تھے۔
بنو امیہ کے دور میں اسلام کی سرحدیں ہندوستان تک وسیع ہو گئیں اور مسلمانوں نے قرآن حکیم کے لیے مساجد و مدارس کی تعمیر کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ ایک زمانے میں سندھ کے شہر ٹھٹھہ اور اس کے مضائقات میں چار ہزار مدارس قائم تھے جب کہ پایہ تخت دہلی میں ایک ہزار مدارس کام کر رہے تھے۔ ان مدارس میں ماوراء النہر سے آنے والے علماء نے فتحی علوم کو خاص اہمیت دی اور علوم آلیہ کا حصول مقصد بن گیا۔ اور قرآن حکیم کے فہم و تفہیم کا سلسلہ قدرے پس منظر میں چلا گیا۔

شیخ محمد اکرم نے ”رد کوثر“ میں لکھا ہے کہ ۱۲ اویں صدی ہجری میں نوبت بیہاں تک پہنچ گئی تھی کہ عیسائی پادری مسلمان علماء سے مناظرہ کے دوران قرآنی آیات کا حوالہ دیتے تو مسلمان علماء بے دھڑک ان کے آیات قرآنی ہونے کا انکار کر دیتے اور بعد میں دیکھنے سے ان کپڑیت اٹھانا پڑتی تھی مطلب یہ کہ عوام تو رہے ایک طرف علماء کی قرآن سے دوری کا یہ حال تھا۔ انہیں فلسفہ و منطق میں استرناق کے باعث قرآن پڑھنے کی فرصت ہی نہ تھی۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی پہلے شخص تھے جنہوں نے ہندوستان کے مسلمانوں میں فہم قرآن کی جوت جگائی اور رجوع الی القرآن کی تحریک چلائی۔ آپ نے ”فتح الرحمن“ کے نام سے فارسی زبان میں [جو اس وقت سرکاری زبان تھی اور عام بولی اور سمجھی جاتی تھی] قرآن حکیم کا ترجمہ کیا۔ جس پر صرفی نحوی اور منطقی مولویوں کی طرف سے سخت مراجحت اور مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر انہوں نے ہر قسم کے حالات کا مقابلہ انتہائی پا مردی اور استقامت سے کیا۔

رجوع الی القرآن کے اس ولی اللہی جذبہ کو عند اللہ بہت مقبولیت ہوئی اور شاہ صاحب کو ایسے فرزند عطا فرمائے جنہوں نے قرآن حکیم اور اس کی تعلیمات کی ترویج و تبلیغ کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ شاہ صاحب ”کے فرزند اکبر اور جانشین شاہ عبد العزیز“ سے ساٹھ سال تک درسِ قرآن کا کام لیا گیا اور تفسیر قرآن حکیم۔

ان کے دوسرے صاحبزادے شاہ عبد القادرؒ نے انتہائی غور و فکر اور فہم و تدبر سے ”موضع القرآن“ کے نام سے اردو زبان میں پہلا بامحاورہ ترجمہ تحریر فرمایا۔ جس کی علمی حلقوں میں بہت شہرت ہوئی اور ”موضع القرآن“ کو ”ام التراجم“ کہا جاتا ہے بلکہ بعض علماء نے یہاں تک لکھا ہے کہ اگر قرآن اردو میں نازل ہوتا تو قریب قریب اسی اسلوب و انداز میں نازل ہوتا۔

شاہ صاحب کے تیسرے صاحبزادے سے شاہ رفیع الدینؒ نے پہلا لفظی ترجمہ لکھا جب کہ سب سے چھوٹے صاحبزادے شاہ عبد الغنیؒ [والد ماجد شاہ محمد اسماعیل شہید] سے بھی قرآن حکیم کی دعوت و تذکرہ کا کام لیا گیا۔

(۲)

علماء دیوبند میں سب سے پہلے مولانا عاشق الحنفی مرثی [مصنف ”ذکرہ الرشید“] نے اردو میں ترجمہ کیا۔ ان کے بعد حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا ترجمہ و تفسیر ”بیان القرآن“ منظر عام پر آئی جو علماء و عوام میں یکساں مقبول ہوئی۔ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ نے مالتا میں اسیری کے دوران شاہ عبد القادر دہلویؒ کے ترجمہ کی تسهیل کی اور چند پاروں کے تفسیری حواشی تحریر فرمائے۔ اسی ترجمے اور تفسیری حواشی کی بنیاد پر مولانا شیر احمد عثمانیؒ نے ”تفسیر عثمانی“ تحریر فرمائی۔ مولانا مفتی محمد شفیق دیوبندی اور مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کی تفاسیر ”معارف القرآن“ کی عمارت بھی ترجمہ شیخ الہند پر اٹھائی گئی۔ مولانا عبدالماجد دریا آبادی کی اردو تفسیر ”تفسیر ماجدی“ اور انگریزی ترجمہ و تفسیر حضرت تھانویؒ کی رہنمائی میں ترتیب دی گئی۔

قرآن حکیم کے خدام میں ایک اہم نام مولانا حسین علی واں بچپروئیؒ [متوطن واں بچپروں اصل میانوالی۔ پنجاب] کا ہے جو امام رشید احمد محدث گنگوہیؒ اور مولانا محمد مظہر نانو تویؒ کے شاگرد اور مجددی سلسلہ طریقت کے عظیم شیخ خواجہ محمد عثمانی داماںیؒ کے مجاز تھے۔ انہوں نے ساٹھ سال تک علماء اور عوام کو

قرآن تعلیمات سے آگاہ کیا۔ وہ فنا فی القرآن اور فنا فی التوحید تھے۔ وہ ہر سورتِ قرآنی کام رکزی موضوع [دعویٰ] متعین کرتے اور دوسرا آیات سے ثابت کرتے تھے۔ پھر اس پر عقلی اور نقلي دلائل پیش کرتے تھے۔ ان کے فہم قرآن اور سلوب کا اندازہ ”تفسیر بے نظیر“ اور ”تفسیر بلخہ الحیران“ سے کیا جاسکتا ہے۔

مولانا حسین علیؒ کے شاگردوں نے اس سلسلے کو جاری رکھا اور اپنی عمر میں خدمتِ قرآن کے لیے وقف کئے رکھیں۔ ان کے تلامذہ میں شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ [روالپنڈی] اور شیخ القرآن مولانا محمد طاہرؒ [پیر ضلع صوابی] بہت مشہور ہوئے۔ انہوں نے تفسیری حوالے سے قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔ مولانا غلام اللہ خانؒ کے مرتبہ تفسیر ”جوہر القرآن“ حسین کاروان کی نصابی تفسیر ہے جو ”بلخہ الحیران“ کی تشریح و توضیح ہے۔

اس کاروان کے فرد فرید مولانا محمد طاہر شیخ پیری نے پتوں علاقے میں مشنری جذبے سے کام کیا اور ان دیوار میں فہم قرآن کا ذوق پیدا کیا۔ وہ مولانا عبد اللہ سندھیؒ کے بھی فیض یافتہ تھے۔ مولانا محمد طاہرؒ نے قرآن حکیم کی سورتوں اور آیات کے ربط و تسلسل کے موضوع پر عربی زبان میں ”سمط الدور“ تحریر فرمائی۔ اور مفسرین کے مختلف طبقات پر ”نیل السازین“ کے عنوان سے نو مفسرین قرآن کی خدمات کا احاطہ کیا۔

مولانا حسین علیؒ کے شاگردوں میں سے مولانا عبد الہادی نے ”ابرهان فی مشکلات القرآن“ مولانا قاضی شمس الدینؒ محدث گوجرانوالہ نے ”اسرار القرآن“ مولانا محمد امیر بندیالویؒ نے ”الدر المنشور فی ربط آیات والسورہ“ اور مولانا سرفراز خاں صفردر نے ”ذخیرہ الجنان“ کے نام سے تفسیری کام کیا۔ یہ سب حضرات ہر سال قرآن حکیم کا دورہ تفسیر پڑھاتے تھے۔ اور روزانہ کادرسِ قرآن کا تو سال بھر کا معمول تھا۔ اسی سلسلے کے ایک اور بزرگ مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاریؒ نے عمر کے آخری دور میں تفسیر قرآن کا سلسلہ شروع کیا تھا جو ان کے علاالت کے باعث چند قدم پر چل پایا تاہم حال ہی میں قرآن حکیم پر ان کے حواشی شائع ہو کر منظر عام پر آئے ہیں۔ جامع مسجد کالری دروازہ گجرات میں صحیح کی نماز کے بعد شاہ صاحب کے درس نے اصلاح عقائد کے عنوان پر معرکہ آراء کام کیا۔

علماء دیوبند کی صفوں میں خدمتِ قرآن کے حوالے سے ایک بڑا نام مولانا عبد اللہ سندھیؒ کا ہے۔ وہ سکھ گھرانے میں پیدا ہوئے۔ مولانا عبد اللہ سندھیؒ نے ”محققة الہند“ سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا اور انہی

کے نام سے اپنानام بٹا سکھے سے بدل کر عبید اللہ رکھا۔ دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی۔ شیخ الہند مولانا محمد حسنؒ کے متعدد شاگردوں میں سے تھے۔ ریشی رومال کی تحریک کے روح رواں تھے اور اسی سلسلے میں شیخ الہندؒ کے ایماء پر بھرت کر کے افغانستان میں رہ کر تحریک جہاد کی رہنمائی کرتے رہے۔ پھر روس، ترکی اور بعض یورپی ممالک سے ہوتے ہوئے مکہ مکرمہ پناہ گزیں ہوئے۔ مسجد حرام میں قرآن حکیم کا درس دیتے تھے۔ ان کے تفسیری افادات ان کے کئی شاگردوں نے جمع کیے جن میں ”تفسیر الہام الرحمن“ [نا مکمل] کو خاص شہرت حاصل ہے۔

علماء دیوبند کے قرآنی خدام میں ایک اور بڑا نام شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری گاہے۔ وہ شیخ الہندؒ اور مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے شاگرد تھے۔ تقریباً چالیس سال تک شیرالوالہ گیٹ لاہور کی مسجد میں قرآن حکیم کا درس دیا۔ ہر سال دورہ تفسیر پڑھاتے تھے جس میں ہندوستان بھر کے علماء شریک ہوتے تھے۔ آپ نے ”قرآن عزیز“ کے نام سے قرآن پاک کا ترجمہ اور مختصر حواشی تحریر فرمائے۔ ان کے علاوہ درجنوں علماء دیوبند نے مختلف حوالوں سے قرآن حکیم کی خدمت کی۔ جن کے ذکر کے لیے یہ صفحات ناکافی ہیں۔

علماء دیوبند نے ریڈی یا میڈی درس قرآن کا سلسلہ بھی شروع کیا۔ مولانا مفتی محمد شفیع اور مولانا احتشام الحق تھانویؒ مختلف سالوں میں ریڈی یا پر درس دیتے رہے [تب ریڈی یا واحد شریعتی میڈی یا تھا] مولانا احتشام الحق تھانویؒ کا درس قرآن عوام و خواص میں بہت مقبول تھا۔

(۳)

مسلمانان ہند میں مطالعہ و فہم قرآن کے حوالے سے مولانا ابوالکلام آزادؒ کی خدمات کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ آپ نے اپنے ہفت روزہ جریدہ ”الہلال“ کے ذریعے قرآنی تعلیمات کو عام کرنے کا نظرہ اس زور سے لگایا کہ برطانوی قصر اقتدار پر لرزہ طاری ہو گیا۔ ”الہلال“ میں شائع ہونے والے قرآنی مقالات اس قدر موثر ثابت ہوئے کہ شیخ الہندؒ جیسے عظیم المرتبہ عالم دین پکارائے ہم جو سبق بھولے ہوئے تھے [خدمت و تعلیم قرآن کو عام کرنے کا] ابوالکلام آزاد نے یاد دلادیا۔

تحریک ”الہلال“ سے پہلے قرآن صرف علماء کی صفوں میں پڑھا جاتا تھا۔ مولانا آزاد نے عوام میں

پڑھنے اور سمجھنے اور عمل پیرائی کا جذبہ پیدا کیا۔ حتیٰ کہ بعد کے سالوں میں بعض جدید الفکر حضرات نے اس حوالے سے جو کام بھی کیا یہ سبق مولانا آزاد ہی کا پڑھایا ہوا ہے۔

مولانا آزاد کی نا مکمل تفسیر ”ترجمان القرآن“ اردو زبان و ادب کا ایک شاہکار ہے۔ اور سورہ فاتحہ کی تفسیر تو الہامی معلوم ہوتی ہے۔ یہ ایک دلچسپ حقیقت ہے کہ مولانا آزاد نے ”ترجمان القرآن“ کی دونوں جلدیں جیل کی تھائیوں میں رقم کیں۔ اگرچہ بعض علماء کو مولانا آزاد سے اختلاف رہا۔ مگر ”ترجمان القرآن“ ترجمان القرآن ہے اور اس کے پائے کی کوئی تغیرتہ تواب تک لکھی گئی ہے اور نہ ہی آئندہ لکھی جا سکے گی۔

فہم قرآن شیخ الہندؒ کی نظر میں:

حضرت شیخ الہندؒ نے جزائر مالٹا میں اسیری کے دوران شاہ عبد القادر دہلویؒ کے ترجمہ کی تسهیل کی جو کہ ”ترجمہ شیخ الہند“ کے نام سے معروف ہے۔ جیل سے رہائی کے بعد ہندوستان واپس پہنچنے پر بڑھاپے کا ضعف اور مختلف عوارض غالب آچکے تھے۔ ایک مجلس میں حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا ”میں جیل کی تھائیوں میں خوب غور کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ امت مسلمہ کے زوال کے دو اسباب بیں ایک قرآن کریم سے دوری اور دوسرا مسلمانوں کا افتراق و انتشار اور میں اس عزم کے ساتھ واپس آیا ہوں کہ مسلمانوں کو متحد کروں گا اور ان کو قرآن کریم سے وابستہ کروں گا۔“

فہم قرآن علامہ انور شاہ محدث کشمیریؒ

مولانا مفتی محمد شفیق صاحب دیوبندی نے اپنی کتاب ”وحدت امت“ میں لکھا ہے کہ میں نے ایک بار حضرت الاستاد علامہ انور شاہ صاحبؒ گوانہتہائی متفکر اور مغموم دیکھا۔ میں نے اس پر بیشانی اور تکفیر کی وجہ پوچھی تو فرمایا۔ ”ہم نے اپنی عمر ضائع کر دی۔ ساری زندگی حنفیت کی برتری ثابت کرنے میں گزر گئی اور آخر میں یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا قول درست ہے گر خطا کا احتیل ہے اور اسی طرح امام شافعیؒ کا قول غلط ہے گر درستگی کا احتیل باقی ہے۔ پھر فرمایا:

”قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ امام شافعیؒ کو رسوا کرے گا نہ امام ابوحنیفہؒ گونہ ہی ہم سے ان کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ ہم نے متفق علیہ مسائل پر توجہ نہیں دی اور نہ ہی گراہ فرقوں کی اصلاح کی۔ قیامت کے

دن ہم سے جس [قرآن حکیم] کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ اس کی تعلیم و تنبیہم پر توجہ ہی نہیں دی اور اس روز ہمارے پاس کوئی جواب نہ ہو گا۔

فہم قرآن میں استقامت:

اکابر علماء نے فہم قرآن کے لیے درسِ قرآن میں کس قدر استقامت کا مظاہرہ کیا اس کا اندازہ ان علماء کی زبانی کچھ یوں ہے کہ

مولانا سرفراز خان صدرؒ کے پہلے درس میں میں صرف ایک شخص تھا۔ جو جام کا کام کرتا تھا۔ مگر درس کا سلسلہ جاری رکھا گیا۔ اور آہستہ آہستہ تعداد زیادہ ہوتی گئی پھر ہزار لوگ درس میں شریک ہوتے تھے۔ مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاریؒ کے پہلے درس میں چھ افراد تھے۔ پھر یہ درس گجرات شہر کا سب سے بڑا درس بنا اور لوگ دور دور سے شرکت کے لیے آتے تھے۔

شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ کے پہلے دورہ تفسیر میں صرف گیارہ طالب علم شریک ہوئے پھر وہ وقت بھی آیا کہ اٹھائی سے تین ہزار علماء شریک ہوتے تھے۔

شیخ القرآن مولانا محمد طاہر شیخ پیری کے پہلے دورہ تفسیر میں صرف 8 طالب علم شریک ہوئے پھر ہزاروں افراد شریک ہوتے تھے۔

شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ نے لاہور میں پہلا درسِ قرآن ایک تھڑے پر بیٹھ کر دیا اور سننے والا ایک بھی شخص نہ تھا۔ اور پھر وہ وقت بھی آیا کہ صحیح کے درس میں عوام کا جم غیر درس سننے لیے بیٹھتا تھا۔ آپ کے دورہ تفسیر میں پورے ہندوستان کے اہل علم شریک ہوتے تھے۔



شریعت کا جامع تعبیر

اتباع سنت اور ترک بدعت

شریعت کی مختصر اور جامع ترین تعبیریہ ہو سکتی ہے۔ شریعت اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ اس دستور حیات اور مجموعہ، احکام (اوامر و نواہی) کا نام ہے جو اس نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وساطت سے اپنے بندوں پر نافذ فرمایا تاکہ وہ اس کی پیروی کر کے اپنے منعم حقیقی اور خالق و مالک کی رضامندی حاصل کر سکیں اور اس کی ناراضی سے بچ سکیں۔

شریعت کا خلاصہ اور لب و لباب یہی ہے۔ سارا قرآن، تمذیخ برہ حدیث، پیغمبر خدا ﷺ کی سیرت و سنت اور فقہ و اجتہاد کی تمام تفصیلات اسی اصل اصیل کی شرح و تفسیر ہیں اصول شریعت کی تجدید اور حدود و احکام کی تخریج اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے اور شریعت سازی کا حق اس نے اپنے لئے مخصوص کر رکھا ہے بندوں کی معراج بس یہی ہے کہ وہ اس کی شریعت کا بے چون و چر اتباع کریں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

ثُمَّ جَعَلْنَا عَلَى شَرِيعَةٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَاتَّبَعُهَا وَلَا تَتَّسِعَ أَهْوَاءُ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ

(پ ۲۵، جاشیع ۲۴)

پھر قائم کیا ہم نے آپ کو امر دین سے شریعت پر سوپیروی کریں آپ اس کی اور جو لوگ نہیں جانتے ان کی خواہشوں کی پیروی مت کریں۔

انبیاء علیہم السلام کو اگرچہ شریعت سازی کا اختیار تو نہیں دیا گیا لیکن احکام شریعت کی شرح و تفسیر، ان کی عام فہم تعبیر اور ان کی عملی تمثیل و تصویر انہی کافر یعنی ہے۔

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْذِكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُرِيَ لِإِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ

(پ ۱۳، غل ۶)

اور اتنا ہم نے آپ کی طرف ذکر (قرآن) تاکہ بیان کریں آپ لوگوں کے لئے جو کچھ اتنا را گیا ان کی طرف نیز تاکہ وہ غور و فکر کریں۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی عملی زندگی کو اتباع شریعت کا بہترین نمونہ قرار دیا اور فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اور آخرت کی بازپرس سے خائف ہو کر اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کی شریعت کا اتباع کرنا چاہتا ہے، اسے رسول خدا ﷺ کی پیروی کرنا چاہیے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرُ اللَّهَ كَثِيرًا۔
(پ ۲۱، ن ۴)

بے شک تمہارے لئے رسول اللہ (کی زندگی) میں پیروی کا بہترین نمونہ ہے ان لوگوں کے لئے جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت سے ڈرتے ہیں اور اللہ کو بہت یاد کرتے ہیں۔

اللہ کی شریعت اور اس کے اوامر و نواہی چونکہ پیغمبر ہی کے ذریعے سے مخلوق تک پہنچے اور خدا کا پیغمبر ہی ان کی صحیح تفسیر و تعبیر کر سکتا ہے اس لئے ہر پیغمبر کی اطاعت بھی اس کی امت پر فرض قرار دی گئی۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ (پ ۵، ن ۶)

اور ہم نے جو پیغمبر بھی بھیجا اسی لئے بھیجا تاکہ اللہ کے حکم سے اس کی فرمانبرداری کی جائے۔

بلکہ پیغمبر علیہ السلام کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لئے معیار قرار دیا گیا۔ اگر کوئی شخص دعویٰ کرتا ہے کہ وہ اللہ کا فرمانبردار ہے اور اس کی شریعت کا مقیم ہے تو اس کے دعویٰ کی صداقت کو جاچنے کے لئے دیکھا جائے گا آیا وہ اللہ کے رسول ﷺ کا فرمانبردار ہے یا نہیں؟ اگر وہ پیغمبر علیہ السلام کا فرمانبردار ہے تو بے شک اللہ کا بھی فرمانبردار ہے اور پیغمبر علیہ السلام کا فرمان ہے تو اللہ تعالیٰ کا بھی فرمانبردار نہیں۔ بندوں کی رسائی چونکہ صرف رسول خدا ﷺ ہی تک ممکن ہے اس لئے آپ کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لئے دلیل اور معیار کا درجہ دیا گیا۔

مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أطَاعَ اللَّهَ (پ ۵، ن ۶)

جس نے رسول خدا کی اطاعت کی بے شک اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

لہذا اللہ تعالیٰ کی رضامندی صرف انہی لوگوں کو حاصل ہوگی اور آخرت میں نعم جنت سے صرف وہی لوگ بہرہ اندو زہوں گے جنہوں نے دنیا میں رسول خدا ﷺ کی اطاعت کی آپ کے اسوہ حسنہ کی پیروی کو اپنی زندگی کا معمول بنالیا اور آپ کے نقش قدم پر چلنے ہی کو سعادت دارین کا ذریعہ سمجھتا حضور علیہ السلام کا

ارشاد ہے: كُلُّ أُمَّةٍ يَدْخُلُونَ النَّجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبْيَقَ لَهُ قَالُوا وَمَنْ يَأْبِي قَالَ مَنْ أَطَا عِنْيَ دَخَلَ النَّجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبْيَقَ (صحیح بخاری ص ۱۰۸۱)

میرے تمام امتی جنت میں داخل ہوں گے سولئے ان کے جنہوں نے انکار کیا صحابہ نے عرض کیا، انکار کرنے والا کون ہے؟ فرمایا جس نے میری فرمانبرداری کی وہ جنت میں داخل ہو گا اور جس نے میری نافرمانی کی وہی انکار کرنے والا ہے۔ (اور وہ دوزخ میں داخل ہو گا)

اس لئے دنیا میں گمراہی سے اور آخرت میں عذاب خداوندی اور غضب الہی سے بچنے کا واحد ذریعہ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی پیروی کی ہے آنحضرت ﷺ نے شریعت الہیہ (قرآن) کی اپنی زبان مبارک سے توضیح و تفسیر فرمائی اپنے افعال و اعمال سے اس کا عملی نمونہ پیش فرمایا آپ کے اقوال و اعمال کے اسی مجموعے کا نام سنت ہے جس کی پیروی سراپا ہدایت اور جس کی مخالفت سرا سر گمراہی ہے اس حقیقت کو خود حضور نبی کریم ﷺ نے کسی ابهام و اجمال کے بغیر پوری وضاحت اور صراحة کے ساتھ بیان کیا ہے آپ کا ارشاد گرامی ہے۔

تَرَكْتُ فِينِكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَسْكَنُمْ بِهِمَا كِتَابُ اللَّهِ وَ سُنَّةُ رَسُولِ اللَّهِ

(مشکوٰۃ ص ۲۱)

میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کے جا رہا ہوں جب تک تم مضبوطیں سے ان پر عمل کرتے رہو گے ہرگز گمراہ نہیں ہو گے ایک اللہ کی کتاب، اور دوم اللہ کے رسول ﷺ کی سنت۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہدایت کتاب و سنت کی تعلیمات میں مختصر ہے اور ان دونوں کو چھوڑ دینے کا نام ضلالت اور گمراہی ہے جس طرح حضور علیہ السلام کی سنت، کتاب اللہ کی شارح ہے اسی طرح خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل حضور علیہ السلام کی سنت کا تتمہ اور اس کی شرح ہے اسی لئے آپ نے اپنی سنت کی سختی سے پیروی کرنے کی ہدایت کے ساتھ خلفاء راشدین کی سنت کا اتباع کرنے کی بھی سخت تاکید فرمائی ہے چنانچہ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار حضور ﷺ نے ایک نہایت ہی جامع اور بلبغ وعظ کے دوران میں ارشاد فرمایا:-

عَلَيْكُمْ بِسُنْنَتِي وَ سُنَّةُ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمُهَدِّيِّينَ فَتَمَسَّكُوا بِهَا وَ عَضُّوا عَلَيْهَا

بِالنَّوْاجِذِ وَإِيَّا كُمْ وَمُحَدِّثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحَدِّثٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالٌ

(متدرک حاکم ج ۱، ص ۹، ۷۷، ماجہ ص ۵ مند احمد ج ۲ ص ۲۷)

میری سنت اور بدایت یافہ خلفاء راشدین کی سنت کو اپنا معمول بنا لو، اس پر کماحتہ عمل کرو اور اسے مضبوطی سے پکڑو اور دین میں آئے دن پیدا ہونے والی نئی باقول سے بچو۔ کیونکہ دین میں ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت صریح گراہی ہے۔

اس حدیث میں حضور ﷺ نے ایک طرف اپنی سنت کے ساتھ خلفاء راشدین کی سنت کے اتباع کی سخت تاکید فرمائی اور دوسری طرف دین میں ہر اضافے کو بدعت اور گراہی قرار دیا۔ خواہ وہ اضافہ ظاہری شکل و صورت کے اعتبار سے کتنا ہی خوب نہ ت اور دلکش ہو اور اس پر اعلیٰ درجے کی عبادت و قربت ہونے کا گمان ہوتا ہو۔ بدعت ہمیشہ سنت کو اٹھا کر اس کی جگہ لیتی ہے۔ جہاں بھی کوئی بدعت رانج ہو گی وہ لا محالہ کئی ایک سنن ہدای کو معطل کر کے ان کا مقام حاصل کرے گی۔ سنت چونکہ سراپا رشد و بدایت ہے اس لئے سنت کو معطل کرنے والی بدعت سراسر مذالت اور گراہی ہو گی۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے:-

مَا أَخَدَثَ قَوْمٌ بِدْعَةً إِلَّا رَفَعَ مِثْلَهَا مِنَ السُّنَّةِ فَتَمَسَّكُ بِسُنْنَةٍ خَيْرٍ مِنْ أَحَدَاثِ

بِدْعَةٍ۔
(مشکوٰۃ ص ۲۱)

جو قوم بھی دین میں کوئی بدعت ایجاد کرے کی اس جگہ ان سے سنت اٹھائی جائے گی اور اس لئے سنت کو مضبوطی سے پکڑنا دین میں بدعت ایجاد کرنے سے بہتر ہے۔

اس طویل بحث سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ دین و شریعت کتاب و سنت کے احکام کا نام ہے اور جوبات کتاب و سنت اور اصول شریعت سے ثابت نہ ہو وہ دین نہیں، بلکہ بدعت گراہی ہے۔ اگر غور کیا جائے تو اصل میں گر اہی کا سرچشمہ ہی بدعت ہے اگر کتاب و سنت اور اصول شریعت کو نظر انداز کر دیا جائے اور خواہش نفس اور تسویل شیطان سے دین میں من مانی بدعتیں ایجاد کر لی جائیں تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ سنن ہدای اور دین کے واضح اور اصل احکام اٹھتے اور منتهی چلے جائیں گے اور ان کی جگہ ہوا وہ س کے بندوں درہم و دینار کے فرزندوں، پیشواناً مگر اہ اور پیر ان سیاہ کار کی خود ساختہ بدعاوں و خرافات دین بھتی چلی جائیں گی یہاں تک کہ اصل دین کا حلیہ اس حد تک بگڑ جائے گا کہ اسے پہچاننا اور اصل

دین کہنا دشوار ہو جائے گا۔

آج دین اسلام، علمائے سوء اور انہے مصلین کے ہاتھوں اسی ٹریجڈی کا شکار ہے دین اسلام کا کوئی شعبہ بھی آج ان کی زبان و قلم اور ان کے فکروں ہن کی یورش سے محفوظ نہیں ہے ایک طرف مغربی تہذیب کے لمحبتوں اور الحادبے دینی کے نمائندہ متجددین کا گروہ ہے جو اسلام کے رگ و ریشم پر عمل جراحتی کرنے میں مصروف ہے تاکہ اس کی جنس تبدیل کر کے اسے عہد حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ کیا جاسکے۔

دوسری طرف مسجد و خانقاہ کے متولی، منبر و محراب کے وارث اور مند و عظا و ارشاد کے صدر نشین حضرات کی مقدس جماعت ہے جنہوں نے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قرون ٹلاٹھ مشہو دلہابائیت کے بعد پیدا ہونے والی ہر بدعت و خرافت کو دین کا جزو لا یقینک بنانے کا فیصلہ کر رکھا ہے جس کام کا دین اسلام کے ساتھ دور کا اور برائے نام تعلق بھی نہ ہو لیکن اس میں کام و دہن کی تواضع کا پہلو موجود ہوا وہ چند نکوں کی تحصیل کا ذریعہ بن سکتا ہو۔ یا کم از کم جھوٹے وقار اور مذہبی ریاست و پاپائیت کا جھنڈا ہی اس کی مدد سے گاڑھا جاسکے وہ ان کے نزدیک نہایت ضروری اور اہم عبادت ہو گی اور ان کے دین و مذهب کا رکن اعظم ہگی۔

مزاروں کی خاک فروشی سے لے کر چند کوڑیوں کی خاطر قبروں پر قرآن خوانی تک اور میت کے تیجے چالیسوں کے اجتماع سے لے کر جشن میلاد کی ہوس تک وہ کون سی بدعت ہے جسے ان مفتیان حرص و آرکی طرف سے سنت و عبادت اور جزو شریعت ہونے کا تمغہ ملا ہو۔

الصادق المصدوق رسول بر حق ﷺ نے آج سے سینکڑوں برس پہلے انہے ٹھلات کے بارے میں جو پیشگوئی فرمائی تھی وہ ہر زمانے میں صحیح ثابت ہوئی اور آج بھی علمائے سوء کا وجود اور ان کی مبتدا عانہ سر گر میوں کا ظہور اس پیشگوئی کی سچائی پر مہر تصدیق ثبت کر رہا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے یہ پیشگوئی ہمارے ہی زمانہ کے انہے تلمیز کے بارے میں ارشاد فرمائی تھی حضرت حذیفہ بن یمیان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

تَكُونُ بَعْدِي أَعْيَّهُ لَا يَهْتَدُونَ بِهُدَىٰ وَ لَا يَسْتَنْدُونَ بِسُسْتَقِيٍّ وَ سَيَقُومُ فِيهِمْ رِجَالٌ
قُلُوبُهُمْ قُلُوبُ الشَّيَاطِينِ فِي جُنُونٍ إِنْ‌۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۷)

میرے بعد کچھ ایسے پیشوں اہوں گے جو میری ہدایت پر نہیں چلیں گے اور میری سنت پر عمل نہیں

کریں گے ان میں سے کچھ ایسے لوگ بھی انھیں گے جو شیاطین کی مانند خبیث القلب ہوں گے لیکن ان کی
شکل و صورت انسانی ہی ہو گی۔

عارف روی قدس سرہ نے اسی حدیث کے مفہوم کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے
اے بسا الیس آدم روئے ہست
پس بہر دستی بنا یاد داد دست

شیاطین کی سب سے بڑی خباثت یہی ہے کہ وہ لوگوں کو صراط مستقیم سے بھکائیں، ہر بدعت و معصیت
کو نہایت چاہکدستی کے ساتھ عبادت کے رنگ میں پیش کر کے لوگوں کو ان کا گرویدہ بنائیں یہی حال پیشو
یا ان ضلالت کا ہے اور وہ انسانی شکل و صورت میں شیطان کا پورا پورا رول ادا کرتے ہیں یہ انہی کا کمال ہے کہ
ہر بدعت کو معنوی تحریف کر کے کتاب و سنت کے دلائل سے ثابت کریں گے اور اس صریح گمراہی کو
ہدایت کا جامہ اوڑھادیں گے۔

صحابہ کرام اس حقیقت سے خوب واقف تھے، اس لئے انہوں نے سنت رسول ﷺ کو ہدایت کا
معیار سمجھا ترک سنت اور اتباع بدعت کو صریح ضلالت اور مسلمانوں کی گمراہی کا سبب قرار دیا حضرت عبد
اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حسب ذیل الفاظ اس باب میں کس طرح واضح ہیں۔

اذا ترکتم سنة نبیکم ضللتم

جب تم اپنے پیغمبر ﷺ کی سنت کو چھوڑ دو گے تو گراہ ہو جاؤ گے۔

حضرت حذیفہ بن الیمان علماء کو تشبیہہ فرمائے ہیں کہ وہ صراط مستقیم پر قائم رہیں راہ سنت اور جادہ حق
کو چھوڑ کر بدعت کی پیروی نہ کریں کیونکہ اگر وہ سر موراہ سنت سے ہٹ گئے تو صراط مستقیم سے کو سوں دور
جا پڑیں گے۔

يَا مَعْشِرَ الْقُرَّاءِ إِسْتَقِيمُوا فَقَدْ سَبَقْتُمْ سَبْقاً بَعِيداً وَإِنْ أَخَذْتُمْ يَيْمِنًا وَشِمَاءً
لَكُدْ ضَلَّلْتُمْ ضَلَالاً بَعِيداً۔
(تصحیح بخاری بح ۲ ج ص ۱۰۸۱)

اے گروہ علماء! تم سید ہی راہ پر قائم رہ کیونکہ تم بعد میں آنے والوں پر سبقت لے چکے ہواب اگر ذرا
بھی سید ہی راہ سے دائیں باکیں ہو گئے تو بہت بڑی گمراہی میں جا پڑو گے۔

رشد و بدایت کا اصل سر شمہ اللہ کی کتاب ہے، اس کے بعد حضرت رسول خدا ﷺ کی سیرت و سنت کتاب اللہ کی شرح و تفسیر ہے اگر حضور ﷺ کی سنت نہ ہوتی تو ہم کتاب اللہ کو سمجھنے سے قاصر رہتے۔ حضرت امام ابو حنیفہؓ سے منقول ہے۔

لَوْلَا السُّنَّةُ لَيَأْفِيهِمْ أَحَدٌ مِّنْنَا الْقُرْآنَ (التعليق الصبيح ص ۲ بحوالہ میزان شعران)

یعنی اگر ہماری راہنمائی کے لئے آنحضرت ﷺ کی سنت، آپ کا سوہ حسنہ اور آپ کا رشاد و عمل نہ ہوتا تو ہم میں سے کوئی بھی اللہ کی کتاب کو نہ سمجھ سکتا اور کسی کے لئے اس کے احکام پر عمل کرنا ممکن نہ ہوتا دین ہر لحاظ سے کامل و مکمل ہو چکا ہے، اب کسی شخص کو دین میں کسی نئی بات کا اضافہ کرنے کا کوئی حق نہیں حضرت امام مالکؓ فرماتے ہیں جو شخص دین میں بدعت ایجاد کرتا ہے گویا وہ حضور ﷺ کی ذات گرامی پر رسالت میں خیانت کرنے کا الزام لگاتا ہے اور اپنے عمل سے ثابت کرتا ہے کہ حضور ﷺ نے دین کی وہ بات صحابہ کرامؓ کو نہیں بتائی تھی جسے اب اس نے ایجاد کیا ہے نیز فرماتے ہیں جو کام خود نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں دین کا حصہ نہیں تھا آج آپ کی وفات کے بعد وہ کام ہرگز دین کا جزو نہیں ہو سکتا۔

مَنِ ابْتَدَعَ فِي إِلَاسْلَامِ بِدُعَةً يَرَاهَا حَسَنَةً فَقَدْ زَعَمَ أَنَّ مُحَمَّدًا خَانَ الرِّسَالَةَ لِإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ --- الْآيَة۔ فَمَا أَلْمَدْ يَكُنْ يُوْمَئِذٍ دِينًا فَلَا يُكُونُ الْيَوْمَ دِينًا (الاعتصام للشاطبی ج ۱ ص ۷۴)

جس نے اسلام میں کوئی ایسی بدعت ایجاد کی جسے وہ نیک کام سمجھتا ہے تو گویا اس نے یہ گمان کیا کہ حضرت محمد ﷺ نے اداء رسالت میں خیانت کی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا ہے اجو چیز اس دن دین نہ تھی وہ آج بھی ہرگز دین نہیں ہو سکتی۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چونکہ اداہائے نبوت کے چشم دید گواہ ہیں اس لئے حضور ﷺ کی سنت کے بارے میں ان کی شہادت بنیادی حیثیت رکھتی ہے ان کے آثار و سیر اور ان کے اقوال و افعال سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے لئے بمنزلہ آئینہ ہیں عبادت کے جو طریقے اور قرب خداوندی کے جو مراسم ان سے منقول ہیں وہ بلاشبہ آفتاب نبوت سے ماخوذ اور حضور ﷺ کے پسندیدہ طریقے ہیں لیکن عبادت و قربت کی جو صور تین صحابہ کرامؓ سے منقول و ما ثور نہیں ہیں۔ وہ بدعت ہیں اور قبل ترک ہیں۔

حضرت خدیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

كُلُّ عِبَادَةٍ لَمْ يَتَعَبَّدْ هَا أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَلَا تَعْبُدُوهَا

(الاعتصام ج ۱ ص ۳۱)

عبادت کے جن طریقوں کو رسول اکرم ﷺ کے صحابے اختیار نہیں کیا تم بھی ان کو مت اختیار کرو۔

حضرت خدیفہ رضی اللہ عنہ سے ہی مตقول ہے انہوں نے فرمایا:

إِتَّيْمُوا سَبِيلَكُمْ وَلَئِنْ اتَّبَعْتُمُونَا لَقَدْ سَبَقْتُمْ سَبَقًا بَعِيدًا وَلَئِنْ خَالَفْتُمُونَا لَقَدْ ضَلَلْتُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا (کتاب البدع لامام محمد بن وضاح قرطی المتنفی ص ۲۸۹)

لوگو! ہمارے طور طریقوں کی پیروی کرنا۔ اگر تم ہماری پیروی کرو گے تو بہت آگے نکل جاؤ گے اور اگر ہمارے اطوار و آثار کی مخالفت کرو گے تو صراط مستقیم سے بہت دور ہٹ جاؤ گے۔

اسی طرح حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے مतقول ہے انہوں نے فرمایا

إِتَّيْمُوا آثَارَنَا وَلَا تَتَبَدَّلُوا فَقَدْ كُفِيتُمْ (کتاب البدع ص ۱۰)

لوگو! ہمارے نقش تدم پر چلو اور دین میں بدعاں مت ایجاد کرو۔ کیونکہ شریعت سازی کے کام سے تم کفایت کئے جا چکے ہو۔

سنن اور بدعت میں امتیاز کرنے کا کیسا واضح اور روشن دستور ہے عبادت کی جو صورتیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہیں انہیں سنن کا درجہ حاصل ہے اور جوان سے ثابت نہیں وہ بدعاں و خرافات سے زیادہ کچھ نہیں فقہاء کرام نے بہت سے امور کے بدعت اور ناجائز ہونے پر اس سے استدلال کیا ہے۔



ایک دینی تحریک کا فکری اور عملی لائجہ عمل

ڈاکٹر محمد امین

اگر صحیح نہیں اور اصول کے مطابق دینی جدوجہد کرنی ہو تو اس کا عملی اور فکری لائجہ عمل کیا ہونا چاہیے؟ اس کا جواب اگرچہ معاصر دینی تحریکوں کے قائدین اور مفکرین کے ذمہ ہے لیکن دعوت و اصلاح اور تعلیم و تحقیق کا ایک طالب علم ہونے کے ناطے میں بھی اس موضوع پر غور کرتا رہا ہوں اور چند گزارشات آپ کے اور دوسری جدید دینی تحریکوں کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں لیکن پیشتر اس کے کہ اس موضوع پر اپنی معرفت پیش کروں، ایک بات تمہید اعرض کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ:

ہم مسلمانوں کا ایک عمومی بنیادی المیہ یہ ہے کہ ہم انتظامی اور تحریکی امور میں حریت فکر اور جدت فکر سے محروم ہو گئے ہیں اور کورانہ تقلید ہماری رگ رگ میں پپوست ہو چکی ہے۔ اللہ کے حکم کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے حریت فکر کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ بدرا میں لڑائی کی جگہ کے انتخاب کے مسئلے پر، احادیث میں شہر کے اندر یا باہر لٹنے پر، خندق میں یہودیوں کو پیداوار کا ایک حصہ دے کر ساتھ ملانے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رائے چھوڑ کر اپنے صحابہ کی رائے سنی اور قبول کی۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کی خادمہ بریرہ نے آپ ﷺ کی رائے قبول کرنے سے انکار کر دیا تو آپ ﷺ نے بر انہیں مانا۔

حضرت عمرؓ کو خطبہ جمعہ میں ایک عورت نے ٹوک کر ان کے موقف کی تخلیط کی تو انہوں نے بر انہیں مانا بلکہ ایک بدو نے جب بر سر مجلس کہا کہ اگر تم سیدھی راہ سے بٹے تو ہم تمہیں تواروں سے سیدھا کر دیں گے، تو وہ خوش ہوئے۔ لیکن بعد میں کیا ہوا؟ سیاسی استبداد نے لوگوں کے منہ بند کر دیے (ہم جو چند درخت مثائلیں اپنے بزرگوں کی سنتے سناتے ہیں وہ عزیمت پر مبنی اشتبہ افات ہیں)۔

جدید اسلامی تحریکوں کا حال بھی بد قسمتی سے اس سے مختلف نہیں۔ پہلی اور دوسری جنگ عظیم کے تیتجے میں عالم اسلام میں عظیم تغیرات برپا ہوئے، خلافت ختم ہو گئی اور مسلمان ممالک آزاد ہو گئے۔ اسلامی

تحریکوں نے جو تجربات کیے آج سامنہ پینٹھ سال گزرنے کے بعد ضرورت ہے کہ ان کی کامیابیوں اور ناکامیوں کو سامنے رکھ کر نئے فیصلے کیے جائیں۔ اور ایسا کرنے سے ان بزرگوں کا استخفاف ہوتا ہے اور نہ ان کی عظمت پر کوئی حرف آتا ہے۔ اگر امام ابوحنیفہؓ کے شاگردان سے اختلاف کریں اور امام صاحب کی عظمت پر حرف نہیں آتا تو ہم میں سے کسی کے اختلاف کرنے یا بدلتے ہوئے حالات میں نیلاجہ عمل تجویز کرنے سے ہمارے بزرگوں کی عظمت پر کیسے حرف آستا ہے؟

ان تمہیدی کلمات کے بعد آئیے اب اصل موضوع کی طرف کہ آج پاکستان میں اگر ایک جدید دینی تحریک ہمہ گیر اسلامی تبدیلی (یعنی اقامت دین) کے لیے اصلاح معاشرہ اور تطہیر فکر و تعمیر سیرت (یعنی دعوت و اصلاح اور تعلیم و تربیت) کو بنیاد بنا کر کام کرنا چاہے تو اس کی پالیسی اور لائحہ عمل کیا ہونا چاہیے؟ اس حوالے سے میں اپنی گزارشات کو دو حصوں میں تقسیم کروں گا، پہلا حصہ فکری امور سے متعلق ہے اور دوسرا عملی اقدامات سے متعلق۔

فکری پہلو:

۱۔ دعوت و اصلاح یا تعلیم و تربیت یا قرآنی اصطلاح میں تعلیم کتاب و حکمت اور ترکیہ نفس نہ صرف آنحضرت ﷺ کے کارنبوت کے بنیادی اجزاء ہیں بلکہ خود قرآن کی رو سے پہلے سارے انبیاء کا طریق کار بھی انہی نکات پر مبنی تھا۔ لہذا آج مسلم امت یا اس کا کوئی گروہ آنحضرت ﷺ کے اس کارنبوت کی نیابت و نصرت کے لیے احتیا ہے تو اس کا طریق کار بھی انہی نکات پر مبنی ہونا چاہیے۔

۲۔ امت مسلمہ پچھلے چودہ سو سال میں تعلیم کتاب و حکمت اور ترکیہ نفس کا کام کرتی رہی ہے لہذا آج کوئی اگر یہ کام کرنے اٹھے تو نہ یہ کوئی نیا کام ہے اور نہ یہ ماخی سے غیر متعلق اور غیر مربوط ہو سکتا ہے۔ ہمیں ماخی کے تجربات اور ناکامیوں سے سبق سیکھنا ہے اور جدت فکر اور اجتہاد سے دعوت و اصلاح کے نئے راستے نکالنے ہیں۔

۳۔ دین کی جامعیت کا تصور ہمیں حسن تو اذن کے ساتھ ملحوظ رکھنا ہے۔ افرادی اور اجتماعی زندگی میں

بلکہ زندگی کے سارے شعبوں میں اسلام کی تعلیمات پر عمل کرنا ہی اقامت دین کا تقاضا ہے۔ دینی تعلیمات کے چار بڑے شعبے ہیں: عقائد، عبادات، اخلاق اور معاملات۔ معاملات میں معيشت، معاشرت، سیاست، قانون، عدالت، مناکحت، غرض بہت سارے شعبے ہیں اور ان سارے شعبوں میں اسلامی تعلیمات پر عمل مطلوب ہے۔ ریاست و حکومت بھی بلاشبہ اہم ہیں لہذا یہ بھی دینی دعوت و اصلاح کا ایک اہم جزو اور ہدف ہیں۔ گوہماری تاریخ یہ بتاتی ہے کہ ہمارے اسلاف نے ریاستی و حکومتی قوت کے بغیر بھی عظیم الشان کارنامے سرانجام دیے ہیں مثلاً ہمارا سارا قانونی ڈھانچہ (فقہ و اصول فقه) حکومتی عمل دخل کے بغیر پرائیویٹ سٹی پر مدون ہوا۔ ہمارا نظام تعلیم بھی بڑی حد تک حکومتی مدد اور مداخلت کے بغیر پروان چڑھا (خصوصاً ابتدائی صدیوں میں)۔ دعوت و اصلاح اور تزکیے کا کام بھی مسلمان تاجریوں، صوفیوں اور عالموں نے کسی باقاعدہ حکومتی سرپرستی کے بغیر سرانجام دیا اور ان سے مجرم العقول نتائج نکلے حتیٰ کہ بعض معاشرے (مثلاً انڈونیشیا، ملائیشیا وغیرہ) صرف ان کی کوششوں سے مسلمان ہوئے۔ اس کا مطلب انقلاب امامت کی اہمیت گھٹانا نہیں، اس کی اہمیت مسلم ہے۔ مقصد صرف یہ دکھانا ہے کہ سیاست پورا دین نہیں، دین کا ایک جزو ہے۔ دعوت سے مراد پورے دین کی دعوت اور اصلاح سے مراد پورے دین سے متعلق ہمارے رویوں کی اصلاح ہے۔ یوں انقلاب امامت یا سیاست کی اصلاح کا کام، کارِ دعوت و اصلاح کا محض ایک جزو ہے لہذا سیاسی اصلاح کے علاوہ بھی کرنے کے بہت سے دینی کام ہیں اور وہ اہم بھی ہیں اور اپنے اثرات کے لحاظ سے دور رس بھی۔

۳۔ دین کی روح اللہ سے وابستگی ہے اور صرف عبدیت ہی ہمارا نصب العین ہے۔ اللہ کے حضور ہم سب اپنی انفرادی حیثیت میں جواب دہیں۔ ہر مسلمان سے قیامت میں یہ پوچھا جائے گا کہ اس نے بندگی کا حق ادا کیا یا نہیں؟ یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ وہ کس تنظیم یا جماعت کا رکن تھا؟ یوں دعوت و اصلاح کی فطری ترتیب ”الاقرب فالا قرب“ کی ہے یعنی سب سے اہم فرد ہے پھر اس کے اہل خانہ، خاندان، ہمسایہ، گلی محلہ، شہر پھر پورا ملک اور معاشرہ۔ انقلاب امامت یا سیاسی اصلاح کو دعوت و اصلاح کا محور قرار دینا، دین کی

دعوت و اصلاح کی اس مذکورہ پالیسی کو والٹ دینا ہے۔

۵۔ مسلم امہ کے زوال کا سبب اگر داخلی لحاظ سے ایمان کی کمزوری، دین کا ناقص تصور، دین سے عدم وابستگی اور دینی تقاضوں کو پورانہ کرنا ہے تو خارجی لحاظ سے اس کا سبب سے بڑا سبب مغربی فکر و تہذیب ہے۔ نہ صرف اس لحاظ سے کہ اس سے ہمارا رویہ مر عوبانہ اور مقلدانہ ہے بلکہ اس لحاظ سے بھی کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کی دشمن ہے۔ لہذا مغربی فکر و تہذیب کی مزاحمت ہمارا فرض اور اہل مغرب تک دین پہنچانا ہماری دعویٰ ذمہ داری ہے۔

۶۔ انسان کے عبد ہونے کی بجائے خلیفہ ہونے کا تصور ابھارنا، انفرادی اصلاح کی بجائے اجتماعی اصلاح پر زور دینا، دین کو ”تحریک“ اور ”نظام“ بنانے کرنا، جماعت سازی کی اہمیت میں مبالغہ کرنا، اقامت دین کی ایسی تشریح کرنا کہ وہ محض انقلاب امامت یا سیاسی اصلاح کے متراود نظر آنے لگے، مسلم تاریخ کے کمزور پہلوؤں کو ابھارنا (جیسے لوکیت، تصوف کی غیر اسلامی رسمیں وغیرہ) اور یہ تاثر دینا کہ ہم وہ کام کرنے اٹھے ہیں جو پہلے کبھی نہیں ہوا، دینی تنظیم کا درجہ بند اور سخت گیر انتظامی ڈھانچہ قائم کرنا، غیر اسلامی تصوف کی مخالفت کے زعم میں تزوییہ نفس کی اہمیت سے صرف نظر کرنا، دعوت میں فرد کو اساس بنانے کی بجائے لٹریچر کو ذریعہ بنانا، قلب کو چھوڑ کر صرف ذہن کو فرد کی تبدیلی کا ذریعہ بنانا۔۔۔ یہ سب جدید دینی تحریکوں کے قائدین کی عصری تعبیر دین اور اجتہادی آراء ہیں جن سے بہت سے ثقہ علماء اور بار سوچ اہل علم کو اختلاف ہے۔ ان نظریات کو اجتہادی اور انفرادی آراء ہی سمجھنا چاہیے، جو صحیح بھی ہو سکتی ہیں اور غلط بھی اور انہیں قرآن و سنت کی محکم اور ناقابل تغیر نصوص نہیں سمجھ لیتا چاہیے اور نہ قرآن و سنت کی واحد ممکن تعبیر۔

عملی پہلو:

دعوت و اصلاح کی اس صورت یعنی اس کے جامع اور صحیح تصور کو اگر سامنے رکھا جائے تو جن کاموں کو اسلامی تحریک کو اپنے پروگراموں میں مرکزی اہمیت دینی چاہیے وہ یہ ہیں:

- ۱۔ ملک بھر میں قرآن و حدیث کی تعلیم دینے کے مراکز کا جال بچھاؤں۔

- ۲۔ سارے ملک میں اسلامی نظام تعلیم کے ماؤں ادارے (سکول، کانچ اور یونیورسٹیاں بھی اسلامی یونیورسٹیاں، خواتین یونیورسٹیاں، اعلیٰ تحقیقی ادارے) قائم کرنا۔
- ۳۔ موجودہ نظام تعلیم کی اصلاح کے اقدامات کرنا یعنی ان کے لیے جرائد کا اجراء، ان کو اصلاح شدہ نصاب اور کتب کی فراہمی، ان کے اساتذہ کی تربیت۔۔۔ وغیرہ
- ۴۔ ملک بھر میں جدید دور کے تقاضوں کے مطابق دینی مدارس قائم کرنا۔
- ۵۔ موجودہ دینی مدارس کی اصلاح کا نظام قائم کرنا۔
- ۶۔ مذکورہ بالا جدید اور دینی تعلیم کے اداروں کا اہم ترین جزو تربیت و تزکیہ ہو۔ اس غرض سے ضروری اقدامات کرنا۔
- ۷۔ ملک بھر میں تربیت گاہیں قائم کرنا (یہ مستقبل تربیت گاہیں عوام کی دینی تربیت کے لیے ہوں جہاں چند دن یا چند ہفتے رہ کروہ دینی زندگی گزارنا سیکھیں۔۔۔ انہیں آپ جدید خانقاہیں سمجھیے جہاں کوئی کام اور رسم خلاف شریعت نہ ہو)۔
- ۸۔ افراد کے تزکیہ نفس کے لیے کثرت ذکر، صحبت صالحین، اجتماعی اعمال اور ان تمام دوسرے ذرائع سے مدد لینا جو مطابق شریعت ہیں۔
- ۹۔ دوسروں کی اصلاح سے پہلے اپنی اصلاح کی فکر کرنا۔
- ۱۰۔ تحریک کی رکنیت ہر اس مسلمان کے لیے عام کر دینا جو اچھا مسلمان بننا چاہتا ہو۔ ارکان، کارکنان، اور مستقین کی موجودہ درجہ بندی کو ختم کر دینا۔
- ۱۱۔ موجودہ ہفتہ وار اجتماع کو سٹریپ یا ٹیپ (Stereo Type) درس قرآن و حدیث کی نشست بنانے کی بجائے اگلے ہفتے کی دعوتی پلانگ کے لیے استعمال کیا جائے۔ اس وقت یہ ہوتا ہے کہ 'خالص تحریک' کی انداز میں، درس قرآن و حدیث، مطالعہ ملٹریپر اور حالات حاضرہ پر سیاسی تبصرہ ہی ہر ہفتہ وار / پندرہ روزہ اجتماع کا ایجاد ہوتا ہے۔ ایک کارکن ہر ہفتہ وہی باتیں سنتا ہے جو وہ پچھلے طویل بررسوں سے سن رہا ہے جب کہ عملاً

دعوت و اصلاح کا کوئی کام وہ نہیں کرتا۔ اگر ہر صاحب صلاحیت رکن، کارکن اور متفق معاشرے میں پھیل کر دعوت دین کا کام کرے، ہر ہفتے اپنے ہاں درس قرآن و حدیث رکھے تو ہر سال ہزاروں آدمیوں تک پہنچا جاسکتا ہے۔ اس وقت یہ ہوتا ہے کہ جو دس آدمی اجتماع میں بیٹھے ہوتے ہیں، بارہ پندرہ سال بعد بھی ان کی تعداد دس ہی رہتی ہے۔ یہ صورت حال کسی بھی دعویٰ تحریک کے لیے المناک ہے بلکہ یہ اس امر کا زندہ ثبوت ہے کہ یہ تحریک ہرگز دعویٰ تحریک نہیں۔

۱۲۔ ارکان و کارکنان سے ہفتہ وار رپورٹ کا رکرداری فارم بھروانے کا سلسلہ لازمی کی بجائے اختیاری کر دیا جائے۔

۱۳۔ ملک کے مقندر انتظامی و سیاسی طبقوں کی اسلامی تعلیم و تربیت کا انتظام کیا جائے۔ مثلاً امیر طبقے کے پچوں کے لیے اعلیٰ پائے کے منہج سکول و کالج (Echison) کے مقابلے کے سول و نو ہجی افسران کے لیے (قبل از ملازمت و بعد از ملازمت) ٹریننگ اکیڈمیاں اور ارکان اسمبلی کی تربیت کے لیے اعلیٰ سطح کے تربیتی ادارے قائم کیے جائیں۔ نیز اساتذہ، ججوں اور پروفیسروں کے لیے تربیتی ادارے قائم کرنا اور تربیت کے موجودہ اداروں کی اصلاح کر کے انہیں اسلامی تناظر میں فعال اور موثر بنانا۔

۱۴۔ ۸۰ فیصد دیہی عوام تک دین پہنچانے اور ان کی تربیت کرنے کے انتظامات کرنا مثلاً دیہیات میں دعویٰ و تربیتی کیمپ لگانا (جماعت و تحریک کی دعوت کے نہیں دین کی دعوت کے)، وہاں قرآن مرکز اور تربیت گاہیں قائم کرنا، وہاں سکولوں اور دینی مدارس کا جال بچھانا۔ مقامی آبادی کو متحرک کر کے اپنی مدد آپ کے تحت مذکورہ بالا سب کام کیے جاسکتے ہیں۔

۱۵۔ عالمی سطح پر دین پہنچانے کے لیے علماء و مبلغین کی تیاری و تربیت کا ایک بڑا ادارہ قائم کرنا جہاں انہیں مختلف معاشروں کی زبانیں سکھائی جائیں اور ان زبانوں اور معاشروں میں دین پہنچانے کی تربیت دی جائے۔

۱۶۔ محلے کی سطح پر خدمت خلق کا مضبوط نیٹ ورک قائم کرنا اور معاشرے کے غریب، مظلوم اور پسے ہوئے طبقات کے مسائل حل کرنا۔ ان کے لیے معاشری فلاج کی اسکیمیں بنانا اور ان کے دکھ کم کرنے کی کوشش کرنا، ڈسپنسریاں اور ہسپتال کھولنا۔

- ۷۔ پرنٹ اور الیکٹریک میڈیا کے شعبوں میں دعویٰ سپرت سے کام کرنا۔ عمدہ انگریزی اور اردو لکھنے والے صحافیوں کی تیاری کے ادارے قائم کرنا۔ اینٹرنیٹ کے ذریعے دینی پروگرام منظم کرنا۔ اپنے ریڈیوٹوی وی اسٹیشن اور ISP [وہ ادارے جو انٹرنیٹ پروگرام مہیا کرتے ہیں] قائم کرنا۔ اردو، انگریزی، سندھی، پشتو، پنجابی وغیرہ میں اپنے اخبارات و رسائل جاری کرنا۔
- ۸۔ مسجد اور محلے کی سطح پر اخلاق سدھار کمیٹیاں بنانا۔
- ۹۔ مسجد اور محلے کی سطح پر ایسی کمیٹیاں بنانا جو گلیوں کی صفائی، روشنی، پھرے کا انتظام، سکولوں میں داخلے کے مسائل، مسائیں، بتائی اور بوجان کی مدد اور اسی طرح کے دوسراے کام کریں۔
- ۱۰۔ خواتین کے لیے خصوصی دعویٰ و تربیتی سرگرمیاں منظم کرنا۔ ہر مسجد میں ان کے لیے الگ پورشن بنانا، خواتین کے لیے دینی مدرسے، سکول، کالج، یونیورسٹیاں الگ بنانا۔ ان کے لیے جگہ جگہ الگ قرآن مرکوز اور تربیت گاہیں کھولنا۔ ان کے لیے الگ اردو، انگریزی اور دوسری مقامی زبانوں میں جرائد جاری کرنا۔ ان کی تفریق کے لیے الگ باپر دہ پارک اور باغات بنانا۔ ان کے لیے الگ ہسپتال، ڈسپنسریاں اور ٹریننگ کالج قائم کرنا وغیرہ۔
- ۱۱۔ کارکنوں کو متحرک کر کے اور کیوں نہیں کو موبائلز کر کے ان پروگراموں اور اداروں کے لیے فنڈز جمع کیے جاسکتے ہیں۔ یہ کام بلاشبہ آسان نہیں ہے لیکن ناممکن بھی نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ان کو ہدف بنایا جائے اور ان کے لیے کام شروع کر دیا جائے۔ پھر ایک دفعہ جب تحریک کی ساکھ بن جائے گی تو فنڈز کی کمی مسئلہ نہیں بنتے گی۔ اگر ملک بھر کے ہزاروں دینی مدارس کو فنڈ مل سکتے ہیں، انجمان حمایت اسلام، ایڈھی اور عمران خان کے ہسپتال کو فنڈ مل سکتے ہیں تو ان شاء اللہ تحریک کے مجوزہ / مذکورہ بالا اداروں کو بھی فنڈ مل سکتے ہیں۔ ارادہ، اخلاص اور محنت شرط ہے۔ اللہ تعالیٰ نصرت ضرور فرماتے ہیں اور قوم بھی بالکل ہی بانجھ نہیں۔
- ۱۲۔ تطہیر افکار اور تعمیر سیرت و کردار (بذریعہ دعوت و اصلاح اور تعلیم و تربیت) کا یہ کام اگر یکسوئی، گلن

اور منظم طریقے سے اور بڑے پیانے پر ایک لمبے عرصے تک کیا جائے تو ان شاء اللہ اس کے نتیجے میں معاشرے کی اسلامی نقطہ نظر سے اصلاح ہو جائے گی جس کے نتیجے میں عوام دینی قوتوں کے ہم نوابن جائیں گے اور ریاستی اقتدار بھی بذریعہ ان لوگوں کے ہاتھوں میں چلا جائے گا جو اسے اسلامی تقاضوں کے مطابق چلاں گی۔

یہ چند تجاویز تھیں جو میں عصر حاضر میں ایک جدید دینی تحریک کی دعوت و اصلاح اور تعلیم و تربیت کی پالیسی کے حوالے سے پیش کرنا چاہتا تھا۔ میں اس طویل تحریر کے لیے مغذرات خواہ ہوں لیکن ”درد کچھ آج مرے دل میں سوا ہوتا ہے“ کی وجہ سے میں نے ضروری سمجھا کہ جو کچھ میں محسوس کرتا ہوں وہ آپ سے کہہ دوں اور مجھے یقین ہے کہ میرا اور آپ کا درد مشترک ہے اور وہ یہ ہے ”کہ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اس امر کی توفیق دیں کہ ہم اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیاں اللہ کے احکام کے مطابق بسر کریں اور اس کے لیے ہر طرح کی جدوجہد کریں تاکہ آخرت میں اس کے حضور سرخوئی نصیب ہو سکے۔ اس معاملے پر اخلاص کے ساتھ سوچتے ہوئے اگر فکر و نظر کے کچھ اختلاف سے بھی سابقہ پڑ جائے تو وہ قابل درگزر ہونا چاہیئے۔

آخر میں اس شعر کے ساتھ رخصت کی اجازت چاہتا ہوں کہ
 آئینِ نو سے ڈرنا، طرزِ کہن پہ اڑنا
 منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں



روزہ۔۔۔۔۔ ایک مہ کی ٹریننگ

اللہ تعالیٰ ہر سال کامل ایک مہینے تک مسلمان کے ایمان کو مسلسل آزمائش میں ڈالتا ہے، اور اس آزمائش میں جتنا بھنا آدمی پورا ارتقا جاتا ہے اتنا ہی اس کا ایمان مضبوط ہوتا جاتا ہے۔ یہ گویا آزمائش کی آزمائش ہے اور ٹریننگ کی ٹریننگ۔ آپ جب کسی شخص کے پاس امانت رکھواتے ہیں تو گویا اس کی ایمان داری کی آزمائش کرتے ہیں۔ اگر وہ اس آزمائش میں پورا اترے اور امانت میں خیانت نہ کرے تو اس کے اندر امانتوں کا بوجھ سنبھالنے کی اور زیادہ طاقت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ زیادہ امین بنتا چلا جاتا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی مسلسل ایک مہینے تک روزانہ بارہ بارہ چودہ چودہ گھنٹے تک آپ کے ایمان کو کڑی آزمائش میں ڈالتا ہے، اور جب اس آزمائش میں آپ پورے اترتے ہیں تو آپ کے اندر اس بات کی مزید قابلیت پیدا ہونے لگتی ہے کہ اللہ سے ڈر کر دوسرے گناہوں سے بھی پرہیز کریں۔ اللہ کو عالم الغیب جان کر چوری چھپے بھی اس کے قانون کو توڑنے سے بچیں اور ہر موقع پر قیامت کا وہ دن آپ کو یاد آ جایا کرے جب سب کچھ ٹھُل جائے گا اور بغیر کسی رور عایت کے بھلانی کا بھلانا اور برائی کا بر ابدلہ ملے گا۔ بھی مطلب ہے اس آیت کا کہ:

”اے الٰہ ایمان! تم پر اسی طرح روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر بھی فرض کیے گئے تھے۔ تاکہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔“

روزے کی ایک دوسری خصوصیت بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ ایک لمبی مدت تک شریعت کے احکام کی لگاتار اطاعت کرتا ہے۔ نماز کی مدت ایک وقت میں چند منٹ سے زیادہ نہیں ہوتی۔ زکوٰۃ ادا کرنے کا وقت سال بھر میں صرف ایک مرتبہ آتا ہے۔ حج میں البتہ لمبی مدت صرف ہوتی ہے، مگر اس کا موقع عمر بھر میں ایک دفعہ آتا ہے اور وہ بھی سب کے لیے نہیں۔ ان سب کے برخلاف روزہ ہر سال پورے ایک مہینے تک

شب و روز شریعت محمدی ﷺ کے اتباع کی مشق کرتا تھا۔ صبح سحری کے لیے اٹھو، ٹھیک فلاں وقت پر کھانا پینا سب بند کر دو۔ دن بھر فلاں فلاں کام کر سکتے ہو اور فلاں فلاں کام نہیں کر سکتے۔ شام کو ٹھیک فلاں وقت پر افطار کرو، پھر کھانا کھا کر تھوڑا آرام کر لو، پھر تراویح کے لیے دوڑو۔ اس طرح ہر سال کامل مہینہ بھر صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک مسلمان کو مسلسل فوجی سپاہیوں کی طرح پورے قاعدے اور ضابطے میں باندھ کر کھا جاتا ہے اور پھر گیارہ مہینے کے لیے اسے چھوڑ دیا جاتا ہے تاکہ جو تربیت اس ایک مہینے میں اس نے حاصل کی ہے اس کے اثرات ظاہر ہوں اور جو کمی پائی جائے وہ پھر دوسرا سال کی ٹریننگ میں پوری ہو جائے۔

دارالافتاء ”دینی مسائل“ سے سوالات پوچھنے والوں کے لئے ہدایات

- ❖ قارئین سے گزارش ہے کہ سوال پوچھنے کے لئے اپنے سوالات واضح، خوش خط اور تفصیل سے لکھ کر ارسال کریں۔
- ❖ صرف ایسے سوالات کا جواب دیا جائے گا جو قارئین کے لئے مفید ہو۔ فرضی اور فضول فہم کے سوالات کا جواب نہیں دیا جائے گا۔
- ❖ سوالات بھیجنے کے لئے لفافہ پر ”دینی مسائل مجلہ تبلیغ القرآن“ واضح لکھیں۔ بذریعہ ای میل بھی سوالات بھیجے جاسکتے ہیں۔
- ❖ سوالات کے جوابات مولانا مفتی محمد ایاز صاحب اور مولانا مفتی ضیاء الحق صاحب دیں گے۔

دینی مسائل

مولانا مفتی محمد ایاز

مولانا مفتی ضیاء الحق

سونے کی زکوٰۃ کی ادائیگی

سوال: (۱) سونے میں زکوٰۃ کی ادائیگی کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ یعنی کتنی مقدار پر زکوٰۃ فرض ہو جاتا ہے؟ اگر نصاب سے سونا کم ہو تو پھر اس صورت میں زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں؟

(۲) اور ساتھ یہ بھی بتائیں کہ ہم زکوٰۃ قیمت خرید سے دیں گے یا قیمت فروخت سے، کیونکہ سنار جس قیمت سے خریدار کو سونا دیتا ہے تو وہ اپنی اسی قیمت سے نہیں لیتا بلکہ اس قیمت سے کم پر لیتا ہے تواب ہم کو نی قیمت لگا کر زکوٰۃ دیں؟

جواب: (۱) جس کے پاس ساڑھے سات تو لے سونا یا اس سے زیادہ موجود ہو تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے اگر زکوٰۃ سونے کی صورت میں دینا ہو تو جتنا سونا ہے اس کا چالیسوال حصہ بطور زکوٰۃ کسی غریب کو دیا جائے یا دوسری صورت یہ کہ سونے کی قیمت لگا کر اس رقم سے چالیسوال بطور زکوٰۃ دیا جائے۔ اگر سونا ساڑھے سات تو لے سے کم ہو اور اس کے علاوہ کوئی دوسری چیز مثلاً چاندی یا نقدر رقم ساتھ نہ ہو تو پھر زکوٰۃ واجب نہیں۔ ہاں اگر سونے کی مقدار مقرر نصاب سے کم ہو لیکن اس شخص کے پاس کسی قدر چاندی یا نقدر رقم موجود ہے تو سونا اور اس دوسری نصاب کی قیمت کو اکٹھا کر کے دیکھے اگر یہ قیمت چاندی کے نصاب ساڑھے باہم تو لے چاندی کی قیمت کے برابر یا زیادہ ہو تو پھر زکوٰۃ واجب ورنہ نہیں۔

(۲) آپ سونے کی زکوٰۃ قیمت خرید سے نہیں بلکہ قیمت فروخت کے حساب سے ادا کریں۔ یعنی جس قیمت پر زیور فروخت ہو سکتا ہے اسی قیمت کے حساب سے زکوٰۃ واجب ہو گی۔

افطاری کس چیز سے کی جاتے

سوال: افطار میں لوگ کھجور یا نمک سے روزہ کھولتے ہیں آیا یہ ضروری ہے؟

جواب: کھجور یا چوارہ سے روزہ کھولنا بہتر ہے یہ نہ ہو تو پانی سے افطار کرے، بعض لوگ نمک کی سکنکری سے افطار کرتے ہیں اور اس میں ثواب صحیح ہے، یہ غلط عقیدہ ہے۔

روزے کی حالت میں قے کرنا

سوال: سحری کے بعد نماز فجر ادا کر کے قے کیا تو آیا اس سے میرا روزہ ٹوٹ گیا یا نہیں؟

جواب: قے کی بہت ساری صورتیں ہیں، ان میں سے صرف دو صورتوں میں روزہ ٹوٹتا ہے، ایک یہ کہ قصد آمنہ بھر کرتے کی، خواہ باہر پھینک دے یا منہ میں لوٹا لے، دوسری صورت یہ ہے کہ بے اختیار منہ بھر کرتے آئی اور اس نے قصد آمنہ میں لوٹا لی اگرچہ پچنے کے برابر ہی کیوں نہ لوٹائی ہو، ان دونوں صورتوں میں روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور صرف قشاء واجب ہو جاتی ہے۔ بشرطیکہ قے کرتے وقت روزہ یاد ہو اور قے میں بھی کھانا یا پانی یا صفراء یا خون آئے۔ بلغم نکلنے سے کسی صورت میں روزہ نہیں ٹوٹتا۔ ان دو صورتوں کے سوائے کی جتنی صورتیں ہیں کسی سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا، مثلاً قصد آتے کی اور منہ بھر کرنہ آئی یا بے اختیار آئی مگر بھرے منہ سے کم تھی یا بھرے منہ تھی مگر لوٹائی نہیں، خواہ وہ باہر نکل آئی یا بے اختیار لوٹ گئی یا لوٹا لی مگر پچنے کی مقدار سے بھی کم یا قصد آمنہ بھرے کی یا بلا قصد منہ بھر آئی اور لوٹائی لیکن روزہ دار ہونا یاد نہ تھا تو ان تمام صورتوں میں روزہ نہیں ٹوٹتا۔

(قاضی ننان علی حامش الہندیہ ۲/۲۱۱، ۳۱۳/۲، رد المحتار: ۲)

اگر ایک مجلس میں قصد آبار بارتے کی جس کا مجموعہ بھرے منہ کی مقدار کو پہنچ گیا تو روزہ ٹوٹ گیا اور مجموعی مقدار اس سے کم ہو یا کئی جالس میں اتنی قے کی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

(فتح القدير: ۲۶۰)

روزہ ٹوٹنے کے بعد اسکا حکم

سوال: کسی کا کسی عذر کی وجہ سے روزہ ٹوٹ گیا تو پھر اسے باقی دن کھانا پینا جائز ہو گایا نہیں؟

جواب: مندرجہ ذیل صورتوں میں روزہ ٹوٹنے کے باوجود غروب تک کچھ کھانا پینا درست نہیں:

کسی نے رات کے گمان میں سحری کھانی کے صبح ہو پھلی تھی یا غروب کے گمان میں افطار کر لیا حالانکہ دن ابھی باقی تھا یا مسافر دن میں سفر سے لوٹ آیا یا عورت دن میں حیض و نفاس سے پاک ہو گئی یا مجنون کو دن میں افاقہ ہو گیا یا کسی کا روزہ ٹوٹ گیا خواہ جبراً تڑاوادیا گیا یا غلطی سے پانی وغیرہ حق میں اتر گیا یا کافر دن میں مسلمان ہو گیا یا نابغ، باغھ ہو گیا، تو ان تمام صورتوں میں دن کا بقیہ حصہ بغیر کھائے پڑے روزہ داروں کی طرح گزارنا واجب ہے اور آخر کے دو قسم افراد (نو مسلم، نوباغ) کے سوابقیہ تمام لوگوں پر اس روزہ کی قضاء بھی واجب ہے۔ اگر بچے نے بلوغ کے بعد نصف النہار سے پہلے روزہ کی نیت کر لی، جب کہ ابھی تک کچھ کھایا پیا نہ ہو تو اس کا نفل روزہ ہو جائے گا۔ عورت صبح صادق کے بعد پاک ہو کر روزہ کی نیت کر لیے یا کافر مسلمان ہونے کے بعد نیت کر لے تو اس کا روزہ نہ ہو گانہ فرض نہ نفل۔

(بجرالرائق: ۲۸۸، رد المحتار: ۳۸۲)

قضاء عمری

سوال: رمضان کے آخری جمعہ کو جمعۃ الوداع منانا اور اسی دن تمام عمر کی قضاء نمازیں لوٹانا جس کو قضائے عمری کہتے ہیں۔ اس کا شریعت مطہرہ میں کیا حکم ہے؟

جواب: عوام میں رمضان المبارک کے آخری جمعہ کو ”جمعۃ الوداع“ کا نام دیا جاتا ہے اور اس کو اہمیت کے ساتھ مناتے ہیں اس کی احادیث شریفہ میں کوئی الگ خصوصی فضیلت وارد نہیں ہوئی ہے، بلکہ یہ کہنا صحیح ہو گا کہ آخری جمعہ یا جمعۃ الوداع کا جو تصور ہمارے یہاں رائج ہے، حدیث شریف میں اس کا ذکر نہیں ملتا۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ رمضان کے آخری جمعہ کا نام ”آخری جمعہ“ یا ”جمعۃ الوداع“ کب سے جاری ہوا؟ اور

یہ نام کیوں رکھا گیا۔

مولانا عبد الحمیڈ لکھنؤی فرماتے ہیں:

وَمِنَ الْأَمْرَ الرَّحِيْدَةِ مَا ذَاعَ فِي أَكْثَرِ بَلَادِ الْهَنْدِ وَالدُّكْنِ وَغَيْرِهَا مِنْ تَسْمِيَةِ
خُطُبَةِ الْجَمِيعَةِ الْأَخِيرَةِ بِخُطُبَةِ الْوَدَاعِ وَتَضْمِينَهَا جَمِلاً دَالَّةً عَلَى التَّحْسِرِ بِذَهَابِ ذَالِكِ
الشَّهْرِ--- لَمْ يَنْقُلْ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَاصْحَابِهِ وَتَابِعِيهِمْ وَكُلِّ مَا لَمْ يُوجَدْ فِي
الْقَرْوَنِ الْثَّلَاثَةِ فَهُوَ بَدْعَةٌ مُحَدَّثَةٌ وَكُلِّ بَدْعَةٍ ضَلَالٌ

(رد الاخوان عن محدثات آخر جمعة رمضان ۸۱)

اور نمازوں کے قضاۓ کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ اگر کسی بے نمازی شخص نے توبہ کر لی تو عمر بھر جتنی نمازیں قضاۓ ہوئی ہیں سب کی قضاۓ پڑھنا اس پر واجب ہے۔ توبہ سے نمازیں معاف نہیں ہوتیں البتہ نہ پڑھنے کی وجہ سے جو گناہ ہوا تھا وہ معاف ہو گیا۔ اب اگر ان کی قضاۓ نہیں پڑھے گا تو پھر گنہگار ہو گا۔ اس کے علاوہ ہمارے معاشرے میں جو قضاۓ عمری سے متعلق باتیں مشہور ہیں کہ خاص ایام یا خاص راتوں کی عبادت یا توبہ سے معاف ہو جاتی ہیں، یا رمضان کے آخری جمعہ کو دور کعت یا چار رکعت جو قضاۓ عمری کے نام پر پڑھے جاتے ہیں اور اس کا بعض جگہوں پر اہتمام کیا جاتا ہے اس کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں بلکہ یہ بدعت ہے۔ ایک تو اس طرح کی نماز بنام قضاۓ عمری نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین سے نقل نہیں۔ اور قاعدہ ہے کہ ”عدم النقل یدل علی عدم فعلہ“ (مائیہ مسائل) یعنی ایک عمل کا ان حضرات سے نقل نہ ہونا اس عمل کے نہ کرنے کی دلیل ہے۔

اور دوسرا قضاۓ عمری کا یہ نقصان ہے کہ پھر لوگوں میں نماز کے بارے میں سستی پڑھائی گئی، نماز نہیں پڑھیں گے اور کہیں گے کہ چلو رمضان کے آخری جمعہ کو قضاۓ عمری پڑھ کر تمام نمازوں کو ایک ہی دفعہ لوٹا دیں گے۔ لہذا اس سے احتراز کرنا لازمی ہے اور علماء کی ذمہ داری ہے کہ عوام کو اسی طرح دین میں اپنی طرف سے نکالے گئے باتوں اور بدعتات سے آگاہ کر کے منع کریں۔

ترواتِ پڑھے بغیر و ترکی جماعت میں شرکت

سوال: زید ایسے وقت آیا کہ ترواتِ تحریکی جماعت اختتام پر تھی، زید نے فرض و سنن موگدہ ادا کیں تو ترواتِ تحریکی جماعت ختم ہو کر و ترکی جماعت کھڑی ہو گئی تو کیا زید و ترکی جماعت میں شریک ہو جائے یا اپنی ترواتِ پڑھے، اگر کچھ ترواتِ رہ گئی ہوں تو پھر کیا حکم ہے؟

جواب: دونوں صورتوں میں و ترکی جماعت میں شریک ہو جائے، اس کے بعد ترواتِ پڑھے۔

شینیہ کا حکم

سوال: ہماری مسجد میں گذشتہ چند سال سے یہ طریقہ راجح ہے کہ ترواتِ تحریک پڑھانے والا بارہ رکعت کے بعد مصلی چھوڑ دیتا ہے اور بقیہ آٹھ ترواتِ تحریک امام صاحب پڑھاتے ہیں، کچھ مقتدی بھی حافظ کے ساتھ ترواتِ تحریک چھوڑ دیتے ہیں اور و ترکی جماعت کے بعد حافظ صاحب اپنی بقیہ آٹھ رکعت ترواتِ تحریک شروع کرتے ہیں تو دوسرے بہت سے مقتدی بھی ان کے ساتھ نوافل کی نیت سے نماز میں شریک ہو جاتے ہیں، اسے شینیہ کہتے ہیں۔ یہ شینیہ تقریباً دو اڑھائی بجے تک رہتا ہے، اس کے لیے لاوڈ اسپیکر کا خاص انتظام ہوتا ہے، بعض حضرات کو متوجہ کیا گیا کہ چند آدمیوں کے لیے لاوڈ اسپیکر کا استعمال سوائے نمائش کے کچھ بھی نہیں تو انہوں نے یہ موقف اختیار کیا کہ گناہ جناعم ہے، جگہ جگہ ریکارڈنگ ہوتی ہے، تو ہم کیوں لاوڈ اسپیکر استعمال نہ کریں؟ اس کا شرعاً حکم کیا ہے؟

جواب: اس قسم کے متعارف شینیہ میں کئی قبائل ہیں، مثلاً (۱) نوافل کی جماعت ادا کرنا۔ (۲) لاوڈ اسپیکر کی وجہ سے الی محلہ کے کام، آرام اور عبادات میں خلل (۳) نام و نمود (۴) بعض لوگوں کا جماعت میں کھڑے ہونا اور بقیہ کا بیٹھے رہنا، جو جماعت اور قرآن کے احترام کے خلاف ہے (۵) ضرورت سے زیادہ روشنی اور مٹھائی وغیرہ کا التزام (۶) ایسی خرافات کے لیے چندہ کرنا۔ اس قسم کی اور بھی بہت سی خرابیاں ہیں جن کی بناء پر مروجہ شینیہ جائز نہیں۔ (کمانی احسن الفتاوی)

اپنے گھروں کو بچپائیے!

مفتی محمد سعید عثمانی صاحب

زمانہ اس تیزی سے بدل رہا ہے کہ جس انقلاب کو پہلے ایک طویل مدت درکار ہوتی تھی اب وہ دیکھتے ہی دیکھتے رونما ہو جاتا ہے، آج کے ماحول کا زیادہ نہیں پندرہ بیس سال پہلے کے وقت سے موازنہ کر کے دیکھنے زندگی کے ہر شعبے میں کایا ہی بیٹھی ہوئی نظر آئے گی، لوگوں کے افکار و خیالات، سوچنے سمجھنے کے انداز، معمولات زندگی، معاشرے اور رہن سہن کے طریقے، باہمی تعلقات، غرض زندگی کے ہر شعبے میں ایسا انقلاب برپا ہو گیا ہے کہ بعض اوقات سوچنے سے حیرت ہوتی ہے۔ کاش یہ برق رفتاری کسی صحیح سمت میں ہوتی تو آج یقیناً ہماری قوم کے دن پھر چکے ہوتے لیکن حسرت اور شدید حسرت، افسوس اور ناقابل بیان افسوس اس بات کا ہے کہ یہ ساری برق رفتاری الٹی سمت میں ہو رہی ہے کسی شاعر حکیم نے یہ مصروف مغرب کے لئے کہا تھا مگر آج یہ ہمارا اپنا خیال بن چکا ہے کہ: تیز رفتاری ہے، لیکن جانب منزل نہیں۔

اس بات کو کب اور کس کس عنوان سے کہا جائے کہ پاکستان اسلام کے لئے بنا تھا، اس لئے بنا تھا کہ یہاں کے باشندے احکام الٰہی کا عملی پیکر بن کر دنیا کے لئے ایک قابل تقليید مثال قائم کریں، لیکن ہماری ساری تیز رفتاری اس کی بالکل مخالف سمت میں صرف ہوتی رہی اور آج تک ہو رہی ہے، جن گھروں سے کبھی کبھی تلاوت قرآن کی آواز آ جایا کرتی تھی، اب وہاں صرف فلمی نغمے گونجتے ہیں، جہاں کبھی اللہ و رسول ﷺ اور اسلاف امت کی باتیں ہو جایا کرتی تھیں اب وہاں باپ بیٹوں کے درمیان بھی ٹوی فلموں پر تبصرے ہی زیر بحث رہتے ہیں، جن گھروں میں کبھی کسی اجنبی عورت کی تصویر کا داخلہ مجاہد، اب وہاں باپ بیٹیاں اور بہن بھائی ایک ساتھ بیٹھ کر نیم برهنہ رقص دیکھتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں، جن خاندانوں میں کبھی حرام آمدنی سے آگ کے انگاروں کی طرح پر ہیز کیا جاتا تھا اب وہاں نسلیں سود، رشوٹ اور قمار سے

پروان چڑھ رہی ہیں، جو خواتین پہلے بر قعہ کے ساتھ باہر نکتی ہوئی پہنچاتی تھیں اب وہ دوپٹے تک کی قید سے آزاد ہو رہی ہیں، غرض اسلامی احکام سے عملی اعراض اس تبدیلی سے بڑھ رہا ہے کہ مستقبل کا تصور کر کے بعض اوقات روح کا نپ اٹھتی ہے۔

اس تشویشناک صورت حال کے یوں تو بہت سے اسباب ہیں لیکن اس وقت اس کے صرف ایک سبب کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے خدا کرے کہ اسے اسی توجہ اور اہتمام کے ساتھ سن اور سمجھ لیا جائے جس کا وہ مستحق ہے۔

وہ سبب یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں جو لوگ دیندار سمجھے جاتے ہیں وہ بھی اپنے گھروں کی دینی اصلاح و تربیت سے بالکل بے فکر بیٹھ گئے ہیں، اگر آپ اپنے گرد و پیش کا جائزہ لیں تو ایسی بیسیوں مثالیں آپ کو نظر آجائیں گی کہ ایک سربراہ خاندان اپنی ذات میں بڑا نیک اور دیندار انسان ہے، صوم و صلوٰۃ کا پابند ہے، سود، رشوت، قمار اور دوسرے گناہوں سے پرہیز کرتا ہے، اچھی خاصی دینی معلومات رکھتا ہے اور مزید معلومات حاصل کرنے کا شوقیں ہے لیکن اس کے گھر کے دوسرا افراد پر نگاہ ڈالنے تو ان میں ان اوصاف کی کوئی جھلک خورد بین لگا کر بھی نظر نہیں آتی۔ دین، مذہب، خدا، رسول اللہ ﷺ، قیامت، اور آخرت جیسی چیزیں سوچ و بچارے موضوعات سے یکخت خارج ہو چکی ہیں، ان کی بڑی سی بڑی عنایت اگر کچھ ہے تو یہ کہ وہ اپنے ماں باپ کے مذہبی طرز عمل کو گوارا کر لیتے ہیں، اس سے نفرت نہیں کرتے لیکن اس سے آگے نہ وہ کچھ سوچتے ہیں نہ سوچنا چاہتے ہیں۔

کوئی شک نہیں کہ ہر شخص اپنے عمل کا ذمہ دار ہوتا ہے اور اولاد کی مکمل ہدایت ماں باپ کے قبضہ قدرت میں نہیں ہے، نوح علیہ السلام کے گھر میں بھی کنعان پیدا ہو جاتا ہے لیکن یہ فریضہ مسلمان کے ذمہ عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کی دینی تربیت میں اپنی پوری کوشش صرف کر دے، اگر کوشش کے باوجود راہ است پر نہیں آتے تو بلاشبہ ذمہ داری سے بری ہے، لیکن اگر کوئی شخص اس مقصد کی طرف کوئی دلی توجہ ہی نہیں کرتا اور اس نے اپنے تین دین پر عمل کر کے اپنے گھر والوں کو حالات کے دھارے پر بے

فکری سے چھوڑ دیا ہے تو وہ ہر گز اللہ کے نزدیک بری نہیں ہے، اس کی مثال بالکل اس احمدق کی سی ہے جو اپنے بیٹے کو خود کشی کرتے ہوئے دیکھے اور یہ کہہ کر الگ ہو جائے کہ جوان بیٹا اپنے عمل کا خود ذمہ دار ہے۔ کنعان بلاشبہ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا تھا اور آخر دم تک اس کی اصلاح نہ ہو سکی لیکن یہ بھی تو دیکھئے کہ اس کے جلیل القدر باپ نے اس کو راست پر لانے کے لئے کیا کیا جتنے کئے؟ کیسے کیسے پاپڑ بیٹے؟ کس کس طرح خون کے گھونٹ پی کر اسے تبلیغ کی؟ اس کے بعد بھی اس نے اپنے لئے سفینہ ہدایت کے بجائے کفر و ضلالت کی موجیں ہی منتخب کیں تو بے شک حضرت نوح علیہ السلام اس کی ذمہ داری سے بری ہو گئے، لیکن کیا آج کوئی ہے جو اپنی اولاد کی اصلاح کے لئے فکر و عمل کی اتنی توانائیاں صرف کر رہا ہو؟

قرآن کریم نے ایک مسلمان پر صرف اپنی اصلاح کی ذمہ داری عائد نہیں کی، بلکہ اپنے گھروالوں، اپنی اولاد، اپنے عزیز داقارب اور اپنے اہل خاندان کو راست پر لانے کی کوشش بھی اس پر ڈالی ہے۔ سورہ کائنات محدث ﷺ سے زیادہ احکام الہی پر کاربند کون ہو گا؟ لیکن آپ ﷺ پر بھی نبوت کے بعد جو سب سے پہلا تبلیغی حکم نازل ہوا وہ یہ تھا کہ:

وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ

”اور آپ ﷺ اپنے قربی اہل خاندان کو (عذاب الہی) سے ڈرائیئے“
چنانچہ اسی حکم کی تکمیل فرماتے ہوئے آپ ﷺ نے اپنے اہل خاندان کو کھانے پر بمع فرمایا اور کھانے کے بعد ایک موثر خطبہ دیا جس کے مندرجہ ذیل جملے روایات میں محفوظ رہ سکے ہیں

يَا فَاطِهَةُ بِنْتِ مُحَمَّدٍ، يَا صَفِيَّةُ بِنْتِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، يَا بَنْيَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَا أَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا، سَلُوْنِي مَا شَيْئُ ثُمَّ يَا تَنْيَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ إِنِّي وَاللَّهِ مَا أَعْلَمُ شَاءَ اللَّهُ مَا شَاءَ مِنَ الْعَرَبِ جَاءَ قَوْمَهُ، يَا أَفْضَلَ مِمَّا جِئْتُكُمْ بِهِ، إِنِّي قَدْ جِئْتُكُمْ بِخَيْرِ الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَقَدْ أَمْرَنِي اللَّهُ أَنْ أَذْعُوكُمْ إِلَيْهِ فَأَئْكُمْ يُؤْزِنُونَ عَلَى هَذَا الْأَمْرِ عَلَى أَنْ يُكُونَ أَخْيَ-

ترجمہ: اے فاطمہ! اے صفیہ بنت عبد المطلب! اے بنی عبد المطلب! مجھے اللہ کی طرف سے تمہارے

حق میں کوئی اختیار نہیں، تم (میرے مال میں سے) جتنا چاہو مجھ سے مانگ لو، اے بنی عبدالمطلب! خدا کی قسم جو چیز میں تمہارے پاس لے کر آیا ہوں، مجھے عرب میں کوئی جوان ایسا معلوم نہیں جو اپنی قوم کے پاس اس چیز سے بہتر کوئی چیز لا رہا ہو، میں تمہارے پاس دنیا اور آخرت کی بھلائی لا رہا ہوں، اور مجھے اللہ نے حکم دیا ہے کہ تم کو اس کی طرف دعوت دون، تم میں کون ہے جو اس کام میں میرے ہاتھ مغضوب کرے اور اس کے نتیجے میں میرا بھائی بن جائے۔ (تفسیر ابن کثیر: ۲۵۰)

آنحضرت ﷺ کے علاوہ تمام انبیاء علیہم السلام کی بھی سنت یہی رہی ہے کہ انہوں نے اپنی تبلیغ کا آغاز اپنے گھروالوں سے کیا اور خود احکام الہی پر کاربند ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے اہل خانہ کی دینی تربیت پر اپنی پوری توجہ صرف فرمائی، حضرت یعقوب علیہ السلام نے وفات سے پہلے اپنی اولاد کو جمع کر کے وصیت فرمائی اس کا تذکرہ قرآن کریم نے اس طرح کیا ہے:

إِذْ قَالَ لِبَنِي إِنْدِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِنِيْ قَالُوا تَعْبُدُ إِلَهَكَ وَإِلَهُّا أَبَاهِكَ إِبْرَاهِيمَ
وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَهًا وَاحِدًا وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُوْنَ۔ (البقرة: ۱۳۳)

ترجمہ: جب (یعقوب علیہ السلام نے) اپنے بیٹوں سے کہا کہ تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ انہوں نے کہا کہ ہم اس ذات پاک کی پرستش کریں گے جس کی آپ اور آپ کے آبا و اجداد ابراہیم و اسماعیل اور اسحاق (علیہم السلام) پر پرستش کرتے ہوئے آئے ہیں یعنی وہی معبد جو وحدہ لا شریک ہے اور ہم اس کی اطاعت پر قائم رہیں گے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام دعا فرماتے ہیں کہ:

رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةَ وَمَنْ ذُرِّيْتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءَ۔ (ابراہیم: ۲۰)

ترجمہ: اے میرے پروردگار مجھے بھی نماز کا پابند بنا اور میری اولاد کو بھی، اے ہمارے پروردگار! میری دعا قبول کر لیجئے۔

انبیاء علیہم السلام کی ایسی ایک دونہیں دسیوں دعائیں منقول ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنی اولاد

اور اہل خاندان کی دینی اصلاح کی فکر ان حضرات کی رگ میں سمائی ہوئی تھی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جہاں تمام مسلمانوں کی خود عذاب الہی سے بچنے کی تاکید فرمائی وہاں گھروالوں کو بھی اس سے بچانے کی ذمہ داری ان پر عائد کی ہے، ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذْ قُوَّا أَنفُسُكُمْ وَأَهْلِئِنَّكُمْ تَأْرًا۔ (الْتَّحْرِيمُ: ۶)

اے ایمان والو! اپنی جانوں کو اور اپنے گھروالوں کو آگ سے بچاؤ۔

نیز ارشاد فرمایا:

وَأُمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا۔ (طہ: ۱۳۳)

اور اپنے گھروالوں کو نماز کا حکم دو اور خود بھی اس کی پابندی کرو۔

قرآن و حدیث کے یہ واضح احکام اور انبیاء علیہم السلام کی یہ سنت جاریہ اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ ایک مسلمان کے ذمہ صرف اپنی ذات کی دینی اصلاح ہی نہیں ہے بلکہ اپنی اولاد اور اپنے گھر والوں کی دینی تربیت بھی اس کے فرائض میں داخل ہے اور در حقیقت اس کے بغیر انسان کو خود دین پر ٹھیک ٹھیک کاربندر ہنا ممکن ہی نہیں ہے۔ اگر کسی کا سارا گھر یا ماحول دین سے بیزار اور خدا نا آشنا ہو تو خواہ وہ اپنی ذات میں کتنا دیندار کیوں نہ ہو ایک نہ ایک دن اپنے ماحول سے ضرور مبتاثر ہو جائے گا، اس لئے خود اپنے آپ کو استقامت کے ساتھ صراط مستقیم پر رکھنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے گرد و پیش کو فکر و عمل کے اعتبار سے اپنا ہم مشرب بنایا جائے۔

آج ہمارے بگاڑ کی ایک بہت بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم اپنے اس فریضے سے یکسر غافل ہو چکے ہیں بڑے بڑے دیندار گھرانوں میں نبی نسل کی دینی تربیت بالکل خارج از بحث ہو گئی ہے اور اگلے و قatos کے لوگ حالات کے آگے سپر ڈال کر اپنی اولاد کو زمانہ کے بہاؤ پر چھوڑ چکے ہیں۔

بعض حضرات یہ بھی کہتے سنے گئے ہیں کہ ہم نے تو اپنے اہل خانہ کو دینی رنگ میں رنگنے میں بڑی کوشش کی، لیکن زمانے کی ہوا ہی ایسی ہے کہ ہمارے وعظ و نصیحت کا ان پر کچھ اثر نہ ہوا، مگر بعض اوقات یہ

خیال شیطان کے دھوکے کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

سوال یہ ہے کہ آپ نے کتنی لگن، کتنے اضطراب اور کتنی دلسوzi کے ساتھ یہ کوششیں کی ہیں اگر آپ کی اولاد جسمانی طور پر بیمار ہو جائے یا اس کا کوئی عضو خدا نہ کرے آگ میں جلنے لگے تو آپ اپنے دل میں کتنی ترپ محسوس کرتے ہیں اور یہ ترپ آپ سے کیسے کیسے مشکل کام کر الیت ہے۔

سوال یہ ہے کہ کیا اپنی اولاد کو گناہوں میں مبتلا دیکھ کر بھی کبھی آپ نے اتنی ترپ محسوس کی؟ اگر واقعتاً اولاد کی دینی اور اخلاقی تباہی کو دیکھ کر آپ میں اتنی ہی ترپ پیدا ہوئی ہے جتنی اسے بیمار دیکھ کر ہوتی ہے اور آپ نے اسے دینی تباہی سے بچانے کی ایسی کوشش کی ہے جتنی جسمانی ہلاکت سے بچانے کے لئے کرتے ہیں تو بلاشبہ آپ نے اپنا فریضہ ادا کر دیا۔

لیکن اگر آپ نے اپنے گھروں کی دینی تربیت میں اتنی لگن، اتنے جذبے اور اتنی کاوش کا مظاہرہ نہیں کیا تو کیا وجہ ہے کہ ایک معمولی سی آگ اپنے بچے کے قریب دیکھ کر آپ کے سینے پر سانپ لوٹ جاتے ہیں اور جہنم کی ابدی آگ جس سے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں، اسے آپ اپنی اولاد کے سامنے منہ کھولے دیکھتے ہیں مگر آپ کی محبت و شفقت کوئی جوش نہیں مارتی؟ اگر آپ اپنے بچے سے بچے کے ہاتھ میں بھرا ہو اپستول دیکھ لیتے ہیں تو اس کے رونے دھونے کی پرواہ کئے بغیر جب تک اس کے ہاتھ سے وہ پستول چھین نہ لیں، چین سے نہیں بیٹھ سکتے لیکن کیا وجہ ہے کہ جب وہی اولاد آپ کو دینی تباہی کے آخری سرے پر نظر آتی ہے تو آپ صرف ایک دو مرتبہ زبانی و عظوظ نصیحت کر کے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ آپ نے اپنا فریضہ ادا کر دیا۔

سوال یہ ہے کہ کیا آپ نے کبھی سنجیدگی اور اہتمام کے ساتھ اپنے گھر کی اصلاح کی موثر تدبیریں سوچی ہیں جس لگن اور دلچسپی کے ساتھ آپ اپنی اولاد کے لئے روز گار تلاش کرتے ہیں۔ کیا اتنی لگن کے ساتھ کے اس کی تربیت کے راستے تلاش کئے ہیں؟ جس خشوع و خضوع اور سوزِ قلب کے ساتھ آپ ان کی صحت کے دعائیں کرتے ہیں۔ کیا اسی طرح آپ نے ان کے لئے اللہ سے صراط مستقیم طلب کی ہے؟ اگر ان میں سے کوئی کام آپ نے نہیں کیا تو آپ کو اپنے اہل خانہ کی ذمہ داری سے سبکدوش سمجھنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔

ان ساری گزارشات کامنشاء صرف یہ ہے کہ نبی نسل جس برق رفتاری کے ساتھ فکری گمراہی اور عملی بے راہ روی کی طرف بڑھ رہی ہے اس کا پہلا موثر علاج خود ہمارے گھروں میں ہونا چاہیے۔ اگر مسلمانوں میں اپنے گھر کی اصلاح کا خاطرہ خواہ جذبہ اس کی سچی لگن اور اس کی حقیقی تزپ پیدا ہو جائے تو یقین کیجئے کہ آدمی سے زائد قوم خود بخود سدھ سکتی ہے۔

اگر کوئی دیندار شخص یہ سمجھتا ہے کہ میری اولاد خدا یز اری کی جس راہ پر چل رہی ہے حقیقت میں اس کے لئے وہی راست ہے اور ہم نے اپنے گرد مذہب و اخلاق کے بندھن باندھ کر غلطی کی تھی تو ایسے دیندار کے حق میں دنیا و آخرت دونوں کے خسارے پر ماتم کرنے کے سوا اور کیا کیا جاسکتا ہے؟ لیکن اگر آپ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ آپ کا دین دین برحق ہے اور مرنے کے بعد جزا و سزا کے مراحل پیش آنے والے ہیں تو پھر خدا کے لئے اپنی اولاد کو بھی اس جزا و سزا کے دن کے واسطے تیار کیجئے۔ اسے ضروری دینی تعلیم دلواییے۔ اس کے ذہن کی شروع ہی سے ایسی تربیت کیجئے کہ اس میں نیکیوں کا شوق اور گناہوں سے نفرت پیدا ہو، اس کی صحبت اور اس کا ماحول درست رکھنے کا اہتمام کیجئے، اپنے گھروں کو تلاوتِ قرآن اور اسلاف امت کے تذکروں سے آباد کیجئے، گھر میں کوئی ایسا وقت نکالنے جس میں سارے گھروں والے اجتماعی طور پر دینی کتب کا مطالعہ کریں، اپنے ذاتی عمل کو ایسا دلکش بنائیے کہ اولاد اس کی تقلید کرنے میں خر محسوس کرے، اپنے اہل و عیال اور اقارب و احباب کے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعا میں کیجئے کہ اللہ تعالیٰ انہیں صراط مستقیم پر گامزن ہونے اور ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرمائے، اس کے بعد بھی ہو سکتا ہے کہ چند مشائیں ایسی باقی رہ جائیں جو اپنی بد خمیری کی وجہ سے اصلاح پذیر نہ ہو سکیں، لیکن یقین ہے کہ اگر اس مقصد کے لئے اتنا اہتمام کیا گیا تو نبی نسل کی ایک بھاری اکثریت را اور است پر آجائے گی، اللہ تعالیٰ نے انسان کی محنت اور کوشش میں برکت دی ہے اور دین کی دعوت و تبلیغ میں جو محنت کی جائے، اس کی کامیابی کا خصوصی وعدہ کیا گیا ہے اس لئے ناممکن ہے کہ اپنے گھر کی اصلاح کی یہ کوشش بالکل بار آور نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(ماخوذ از پر سکون گھرانہ)

فکر و دانش

وقت کافی تھا

بڑوں بڑوں کا اذر ریہ ہوتا ہے کہ وقت ساتھ نہیں دیتا اور سرو سامان و اسابا پ کار فراہم نہیں۔ لیکن وقت کا عازم وفاتح اٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر وقت ساتھ نہیں دیتا، تو میں اس کو ساتھ لوں گا۔ اگر سرو سامان نہیں، تو اپنے ہاتھوں سے تیار کروں گا۔ اگر زمین موافق نہیں تو آسمان کو اتنا چاہیے۔ اگر آدمی نہیں ملتے، تو فرشتوں کو ساتھ دینا چاہیے۔ اگر انسانوں کی زبانیں گوئی ہو گئی ہیں، تو پھر وہ کوچیننا چاہیے۔ اگر ساتھ چلنے والے نہیں تو کیا مضافات، درختوں کو دوڑنا چاہیے، اگر دشمن بے شمار ہیں، تو آسمان کی بجلیوں کی بھی کوئی گنتی نہیں، اگر رکاوٹیں اور مشکلیں بہت ہیں، تو پہاڑوں اور طوفانوں کو کیا ہو گیا کہ راہ صاف نہیں کرتے!

وہ زمانے کی مخلوق نہیں ہوتا کہ زمانہ اس سے اپنی چاکری کرائے۔ وہ وقت کا خالق اور عہد کا پالنے والا ہوتا ہے، اور زمانے کے حکموں پر نہیں چلتا، بلکہ زمانہ آتا ہے، تاکہ اس کی جتنیش اب کا انتظار کرے۔ وہ دنیا پر اس لیے نظر نہیں ڈالتا کہ کیا کیا ہے جس سے دامن بھر لوں! وہ یہ دیکھنے کے لیے آتا ہے کہ کیا کیا نہیں ہے، جس کو پورا کروں۔

مولانا ابوالکلام آزاد

خدمتِ حنفی سوسائٹی ایک مختصر تعارف

خادمِ پیغمبر، بیواؤں اور مسکینوں کا ایک خادمِ رفاهی ادارہ ہے جو نہ صرف معاشرے کے محروم طبقات کی خدمت کو اولین ترجیح دیتا ہے بلکہ معاشرتی ترقی میں بھی نمایاں اور دور اس اصطلاحات کا دائی ہے خادم اس معاشرہ میں ایثار و تعاون کی ایسی مثال قائم کرنا چاہتا ہے کہ ہر کوئی خلق خدا کا خادم بن جائے خادم کا طرہ اشیاز بھیک مانگنے کے بجائے سائل کے حل کے لیے اپنی مدد آپ کے تحت کے اصول کو اپنانا اور حبِ الٰہی و انحصار کے جذبات کو پروان چڑھا کر حتی الوعظ وستیاب وسائل ہی سے سائل کو حل کرنا ہے۔

خادمِ لسانی، قومی، مذہبی سیاسی و سماجی تعصبات سے بالاتر ہو کر خدمتِ خلق (انسانی، ماحولیاتی، حیوان) پر یقین رکھتا ہے جس کا ثبوت اس کی خدمات کی کارگزاری میں جگہ بہ جگہ باسانی پایا جاتا ہے ہماری خدمات زیادہ تر تعلیم، صحت آفات، حادث میں دادرسی، عملی و فنی تربیت، صاف پانی کی فراہمی، خدمت، خوراک آگہی اور دیگر سماجی محرومیوں کے ازالے میں پیش کی جاتی ہے۔

خادمِ تعاون کی سوفیصد (100%) تقسیم پر یقین رکھتا ہے اور دیگر رفاهی اداروں کی نسبت ہماری ادارتی اخراجات نہایت ہی کم ہیں۔ ہماری ورک فورس تقریباً سب کی سب رضاکاروں پر مشتمل ہے جو کہ معاشرہ کے مختلف شعبوں میں بھی خدمات انجام دیتے ہیں۔

تاہم بوقت ضرورت ادارہ ان کے بھرپور تعاون (جانی، مالی، وقتی) سے اپنی سرگرمیوں کو بطریق احسن سرانجام دیتا ہے۔

ادارہ کی سرگرمیوں اور تقسیم کارکے لیے اس کے دس ذیلی شعبہ جات ہیں جس میں ہر طرح کے افراد کی صلاحیات بروئے کار لائی جاتی ہیں اگر آپ بھی ایک باصلاحیت فرد ہیں اور اصلاحِ معاشرہ و خدمتِ خلق کا جذبہ رکھتے ہیں تو ہم آپ کو دعوت دیتے ہیں کہ ہمارے پلیٹ فارم سے خدمتِ خلق کر کے رضائے الٰہی حاصل کریں ادارہ اس کی کارگزاری اور دیگر معلومات کے لئے وزٹ کریں اور ہم سے رابطہ کر کے اس سوسائٹی کی ممبر شپ حاصل کریں۔

الاخوان المسلمون

ڈاکٹر محمد شاہد رفیع

عالم عرب میں دور حاضر کی اہم ترین تحریک الاخوان المسلمون ہے۔ مصر کے ایک قبصے میں قائم ہونے والی اس جماعت کے اثرات چند برسوں کے اندر اندر مصر ہی نہیں کئی عرب اور افریقی ممالک تک پھیل گئے۔ گزشتہ تقریباً اسی برس میں اس جماعت نے زمانے کے سر دو گرم اور حالات کے بہت سے مذہبی و جزوی دیکھے ہیں۔ اس وقت وہ جماعتیں جن کے اثرات دنیا کے ہر خطے میں پائے جاتے ہیں، ان میں سے ایک الاخوان المسلمون ہے۔ اس تنظیم پر بحث کے آغاز میں اس کے بانی کی شخصیت کو جانے کی کوشش کی جائے گی۔

حسن البناء:

آپ کا پورا نام شیخ حسن احمد عبد الرحمن البناء تھا۔ پرکشش اور جاذب نظر شخصیت کے مالک تھے۔ چہرے پر روحاںیت کا مالہ نظر آتا تھا۔ حافظہ انتہائی مضبوط تھا۔ طالب علمی کے زمانے میں ۱۸ ہزار اشعار زبانی یاد تھے۔ ایک دفعہ کسی سے مل لیتے تو سالہا سال بعد بھی اس کی بات یاد رہتی۔ ہزاروں افراد کے نام، کنیت، رہائش، عادات، مذہبی و سیاسی رجحانات، معاشرتی طور طریقے، ادبی مقام، تعلیم حتیٰ کہ ان کے پچوں اور جانوروں تک کے بارے میں معلومات یاد رکھتے تھے۔

آپ شعلہ بیان مقرر اور اچھے ادیب تھے۔ تحریر ہو یا تقریر، لوگوں کے دلوں میں اتر جاتی تھیں۔ الاخوان المسلمون کے دوسرے مرشد عام حسن الہبی اخوان میں شامل ہونے سے پہلے کے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

اب کی دفعہ بھی مجھے ڈر تھا کہ شیخ اپنی تقریر [جلد] ختم کر دیں گے۔۔۔ ۱۰۰ امنٹ گزر گے۔ انہوں نے مسلمانوں کے دل اپنی ہتھیلی پر رکھے ہوئے تھے۔ وہ جس طرح چاہتے انہیں چونکا دیتے [ان کی سوچ کے دھاروں کو موڑ دیتے]۔ تقریر ختم ہو گئی۔ شیخ نے سامعین کو ان کے دل واپس کر دیے۔۔۔ لیکن میرا دل

ان کے ہاتھ میں تھا۔

آپ علماء اور صوفیوں کی زبان و اصطلاحات میں بھی گفتگو کر سکتے تھے اور ان پڑھ بدروں اور بچوں کی زبان میں ان سے بھی بات کر سکتے تھے۔ آپ کی صحت بہت اچھی تھی۔ نشانہ بازی، پیراکی، کوہ پیائی اور پیدل سفر کرنے میں آپ اپنے تمام ساتھیوں میں بہترین تھے۔ سیکڑوں میل کا سفر ریل کے تیرے درجے میں کرتے لیکن تھکاوٹ کے آثار نظر نہیں آتے، چہرہ ہر وقت ترو تازہ اور شفاقت نظر آتا۔ سفر، آب و ہوا کی تبدیلی اور کھانے پینے کے معمولات کے متاثر ہونے سے آپ کو نزلہ کھانی یا بد بھی نہیں ہوتی تھی۔ اللہ پر محکم یقین، علم، اخلاص، ہمدردی، کسی سے مر عوب نہ ہونا اور کسی کو کم تر نہ سمجھنا اور ان کے ساتھ ساتھ ان تھک جدوجہد آپ کی شخصیت کی وہ نمایاں صفات ہیں جنہوں نے آپ کو ایک مقبول قائد بنا دیا۔ ایک مصری اخبار نے بطور طنز لیکن حقیقت کی عکاسی کرتے ہوئے لکھا کہ ”اگر شیخ حسن الینا کو اسکندریہ میں چھینک آئے تو آنوان میں یہ حسک اللہ کی صدائیں بلند ہوں“۔ آپ بڑے سادہ اور قناعت پسند تھے۔ نہایت معمولی درجہ کے مکان میں رہتے، گھر کا ساز و سامان بھی سادگی اور قناعت کا غماز تھا۔

دنی مزان:

حسن الینا بچپن ہی سے عبادت سے شفیر رکھتے تھے۔ ہر رجب، شعبان اور رمضان کے روزے رکھتے۔ والد نے کہا کہ تم تو ابھی نابالغ ہو تم پر تور رمضان کے روزے بھی ابھی فرض نہیں پھرا تی مشقت کیوں اٹھاتے ہو؟ تو انہوں نے کہا کہ مجھے روزے سے طبعی رغبت ہے اس میں مجھے کوئی مشقت نہیں معلوم ہوتی۔ ان کے والد اپنے دور کے عظیم محدث تھے۔ انہوں نے ہی مسند امام احمد کی فقہی تجویب کی۔ وہ بتاتے ہیں کہ ان کے علاقے میں ایک بڑے بزرگ شیخ عبد الوہاب حصانی تھے میں نے حسن کو نصیحت کی کہ ان کی خدمت میں حاضری دیا کرے۔ چنانچہ وہ جانے لگا اور ان کی صحبت سے بہت فائدہ اٹھایا۔ آپ نے ۱۳۲۱ (۱۹۲۲ء) میں حصانیہ و شاذلیہ سلسلہ میں بیعت کی۔ یہ لوگ عشاء کے بعد ذکر اللہ کی مجلس منعقد کرتے تھے۔ عبادت گزاری کے ساتھ ساتھ امر بالمعروف اور نبی عن المنکر کی طرف بھی بچپن ہی سے رہجان تھا۔

ایک دن محمودیہ میں نہر کے کنارے تفریح کے لیے گئے۔ وہاں ایک جہاز (بادبانی کشتی) میں ایک بڑھنے عورت کا مجسمہ دیکھا۔ آپ سیدھے پولیس افسر کے پاس گئے اور کہا کہ یہ مجسمہ مناسب نہیں اسے توڑ دیا جانا چاہیے۔ اس نے ٹالنے کے لیے ایک سپاہی کو ساتھ کر دیا اور ہنسنے ہوئے کہنے لگا کہ اگر مجسمہ والا راضی ہو جائے تو اس کو توڑ دینا۔ حسن نے مجسمہ والے کو سمجھا بجھا کر قائل کر لیا کہ یہ حرام اور نامناسب ہے اور اسے توڑ دیا۔

تعلیم سے فراغت کے بعد گورنمنٹ پر انگری اسکول اسلامیہ میں عربی ادب کے مدرس کے طور پر آپ کا تقرر ہوا۔ اسلامیہ میں قیام کے دوران میں آپ ”جمیعہ شبان المسلمين“ میں شامل ہو گئے۔ اس وقت مصری معاشرہ میں بگاڑ اپنی انتہاء کو پہنچ چکا تھا۔ سیاسی، معاشری، اخلاقی، دینی، علمی، ادبی ہر شعبہ زندگی کے حالات نہایت تشویشناک تھے۔ ادیب اور شعراء اسلام اور اسلامی عبادات کا کلے عام مذاق اڑانے لگے تھے۔ آپ کے کچھ ساتھیوں نے ایک ادبی تنظیم ”جمعیت اخلاق ادیبیہ“ قائم کی۔ آپ اس کے صدر مقرر ہوئے۔ لیکن آپ محسوس کر رہے تھے کہ اس سے کہیں زیادہ عظیم جدوجہد کی ضرورت ہے۔ آپ نے عوام، خواص کو حالات کے سدھار کی جانب متوجہ کرنے کے لیے دن رات کام کیا بالآخر مارچ ۱۹۲۸ء میں ”الاخوان المسلمين“ قائم کی۔ آپ کو اتفاق رائے سے اس کا پہلا مرشد عام منتخب کیا گیا۔

الاخوان المسلمين کے قیام کو ابھی بمشکل دو بر سر ہی ہوئے تھے کہ یہ تنظیم حکومت کو خطہ محسوس ہونے لگی۔ ۱۹۳۰ء میں آپ کے خلاف الزامات عائد کر کے تفہیش شروع کر دی گئی لیکن تحقیقاتی کمیٹی نے آپ کو تمام الزامات سے بری کر دیا۔ الزامات سے جب آپ مرعوب نہ ہوئے اور نہ ہی الزامات ثابت ہو سکے تو آپ کو اعلیٰ سرکاری عہدہ پیش کیا گیا لیکن آپ نے اسے قبول نہیں کیا۔ ۱۹۳۳ء میں آپ نے اپناتبا دل اسلامیہ سے قاہرہ کروالیا۔ آپ کے ساتھ ہی الاخوان المسلمين کا مرکز بھی قاہرہ منتقل ہو گیا اور کام میں مزید تیزی آگئی۔ ۱۹۳۹ء میں جنگ عظیم دوم شروع ہوئی۔ حسن البنا نے حکومت کی خارج پالیسی پر کڑی تنقید کی۔ جنگ کی ابتداء سے شہادت تک کے دس سالہ عرصہ میں آپ پانچ مرتبہ گرفتار کیے گئے۔ پہلی دفعہ

حسین سری پاشا کے دور وزارت میں، دوسری دفعہ اسماعیل صدقی کے زمانے میں، حسین سری پاشا دوبارہ وزیر اعظم بناتا تو آپ کو پھر گرفتار کر لیا گیا، مارچ ۱۹۲۸ء میں آپ ایک دفعہ پھر گرفتار کر لیے گئے۔ آخری مرتبہ نومبر ۱۹۲۸ء میں گرفتار ہوئے۔ کسی بھی مرتبہ آپ پر الزامات ثابت نہ ہو سکے۔ ۱۹۲۸ء کی جنگ فلسطین میں اخوانیوں نے بڑے جوش و خروش سے حصہ لیا لیکن برطانوی حکومت کی ایسا پر حکومت نے الاخوان المسلمون پر پابندی لگادی، کارکنوں کو گرفتار کرنا شروع کر دیا، تمام جانیداد ضبط کر لی گئی۔ یہ طے کر لیا گیا تھا کہ حسن البنا کو گرفتار نہیں کرنا بلکہ اس دفعہ انہیں قتل کرنا ہے۔ آپ کے لائنس یافتہ ہتھیار واپس لے لیے گئے۔ بیرون ملک سفر پر پابندی لگادی گئی اور اندر ورن ملک بھی سفر سے پہلے حکومت کو اطلاع دینا لازم قرار دے دیا گیا۔ ہفتہ ۱۲ فروری ۱۹۲۹ء کی شام آپ پر گولیوں کی بوچھاڑ کی گئی۔ آپ کو قصر العینی ہسپتال لے جایا گیا لیکن ہسپتال پہنچنے کے چند سیکنڈ بعد ہی آپ نے جام شہادت نوش کر لیا۔ آپ کی شہادت کے بعد قاہرہ میں بکتر بند گاڑیاں اور میٹنگ گشت کرنے لگے۔ نمازہ جنازہ میں آپ کے والد کے علاوہ کسی فرد کو شرکت کی اجازت نہ دی گئی۔ جنازہ گاہ (مسجد قسیون) کو فوج نے گھیرے میں لیا ہوا تھا۔ بوڑھے باپ اور تین بیٹیوں نے جنازہ کو کندھا دیا۔ شہید کے گھر والوں سے تعزیت کرنے والوں پر بھی پابندی لگادی گئی۔ آپ نے ۲۲ سال ۲۴ ماہ عمر پائی۔

تاسیس:

سیاسی، معاشرتی، دینی اور اخلاقی ہر لحاظ سے دگر گوں مصری معاشرہ میں جنم لینے والے حسن البنا گھر کے دینی و علمی مزانج کی وجہ سے شروع ہی سے اسلامی تعلیمات پر کاربند بھی تھے اور اصلاح احوال کے لیے اپنی سی کوششیں بھی بھیپن ہی سے کرتے چلے آ رہے تھے۔ قرآن کریم بھیپن ہی میں گھر میں حفظ کر لیا تھا۔ جب آپ مدرسۃ الرشاد الدینیہ کے معصوم طالب علم تھے اس وقت بادبانی کشتی سے عریاں مورتی کو ہٹانے کا کام آپ کے ذہنی روحان اور افتاد طبع کی عکاسی کرتا ہے۔ اسی زمانے میں اس مدرسہ کے طلباء نے ”جمیعت اخلاق ادبیہ“ قائم کی آپ اس کے صدر منتخب ہوئے۔ مدرسہ میں آپ نے ایک اور تنظیم قائم کی

جس کا نام ”جمعیت منع الحرمات“ (براہیوں سے رونکنے والی جماعت) تھا۔ یہ تنظیم لوگوں کو خطوط لکھ کر ان کو براہیوں سے بچنے اور فرائض پر کاربنڈ رہنے کی تلقین کرتی تھی۔ حصافیہ سلسلہ میں شرکت سے ان کے جذبہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو اور جلا حاصل ہوتی۔ آپ نے اس سلسلے کے نوجوانوں کی ایک تنظیم ”جمعیت حصافیہ خیریہ“ کے نام سے قائم کی۔ اس وقت آپ کی عمر ۱۲ برس تھی۔ اس تنظیم کے دو مقاصد تھے۔ منکرات و حرمات کا خاتمه اور عیسائی مشنریوں کا سد باب۔ دارالعلوم قاہرہ میں آپ ”جمعیت مکارم الاخلاق“ میں شامل ہوئے۔ یہ قاہرہ کی اس وقت کی واحد اصلاحی جماعت تھی۔ ان اصلاحی کوششوں کے اثرات اور معاشرہ کے ہمہ گیر فساد کو دیکھتے ہوئے آپ اس نتیجے پر پہنچ کر وعظ و نصیحت کے زیادہ محتاج وہ ہیں جو دینی تعلیمات سے بے بہرہ ہیں۔ قہوہ خانوں، سڑکوں، پارکوں میں وقت گزاری کے علاوہ ان کی زندگی کا کوئی مقصد نہیں۔ حسن البناء نے دارالعلوم اور ازہر کے طلبہ پر مشتمل ایک گروہ تیار کیا جو قہوہ خانوں اور عوامی اجتماعات کے مقامات پر جا کر لوگوں کو دین کی طرف بلاتا۔ اس طریقہ دعوت پر علماء کی جانب سے اعتراض بھی ہوا لیکن حسن البناء اور ان کے ساتھیوں نے استقامت سے یہ کام جاری رکھا۔ موسم گرمائی کی تعلیمات میں ان کی سرگرمیوں میں مزید تیزی آجائی اور قصبوں اور دیہات تک اس میں وسعت آجائی۔ اس طریقے سے عام شہریوں پر مفید اثرات مرتب ہونے کے ساتھ ساتھ حسن البناء اور ان کے ساتھیوں کی عوامی خطابات کے جوہر میں نکھار بھی آیا اور ان کی خود اعتمادی میں اضافہ بھی ہوا۔

اس طریقہ دعوت کی تاثیر اپنی جگہ لیکن آزادی و جمہوریت کے نام پر الحاد و باحیت جس تیزی سے پھیلائی جا رہی تھی، اس کا تقاضا تھا کہ کوئی بڑا اور ٹھوس کام کیا جائے۔ حسن البناء نے علماء اور مشائخ کو اس کام کی طرف توجہ دلانی شروع کی۔

مارچ ۱۹۲۸ء میں سات افراد حسن البناء، حافظ عبد الحمید، احمد الحضری، فواد ابراهیم، عبد الرحمن، حسب اللہ، اسماعیل عز اور زکی المغری نے اسماعیلیہ میں حسن البناء کے گھر تبادلہ خیال کے بعد کام کو منظم انداز سے کرنے کا عزم کیا، سب نے متفقہ طور پر حسن البناء کو رہنمائی کا فریضہ سونپا اور اسلام اور مسلمانوں کی خاطر ہر

ممکن قربانی دینے کی بیعت کی۔ حسن البناء نے تنظیم کے نام کے سوال پر کہا ”خن الاخوان المسلمين“ اس طرح اس کافی البدیہیہ نام ”الاخوان المسلمين“ قرار پایا۔

تحریک کے مختلف مراحل:

الاخوان المسلمين کا قیام عمل میں آنے اور حسن البناء کو متفقہ طور پر سربراہ بنا لینے کے بعد پہلا کام اس کے مرکزی دفتر کا قیام تھا چنانچہ شیخ علی الشریف کے مکتب میں اس کامر کزی دفتر قائم کیا گیا۔ تنظیم کے سر برہا کا عہدہ ”مرشد عام“ قرار پایا۔ وہ ہمہ گیر جد و جہد اور ہمہ پہلو تبدیلی جس کی غرض سے یہ تنظیم قائم کی گئی تھی اس کے لیے ضروری تھا کہ لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد تک اس کی دعوت پہنچائی جائے، ایک معقول تعداد اس دعوت سے متعارف ہو، اچھے خاصے افراد اس سے متفق ہوں اور ایک مناسب تعداد ایسے افراد کی دستیاب ہو جائے جو اس مقصد کو اپنی زندگی کا مقصد بنائے کر اس کے لیے کام کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔ چنانچہ ساتوں بانی ارکان نے عوام سے برادرست رابطے کیے، انفرادی طور پر بھی لوگوں سے ملے اور اجتماعی طور پر بھی۔ گروں پر بھی ملاقات کے لیے گئے اور مساجد، دفاتر، تجارتی اداروں، ہوٹل، بازار، پارک حتیٰ کہ قبہ خانوں تک میں جا کر لوگوں کو یہ دعوت دیتے اور سمجھاتے رہے۔ تنظیم کے قیام کے پہلے ۵۷ افراد اس میں شامل ہوئے اور اس کی چار شاخیں قائم کی گئیں۔ اخوان کے دسویں تنظیمی سال ۱۹۳۸ء تک، اس میں کئی لاکھ افراد شامل ہو چکے تھے اور ملک بھر میں اس کی ۲۰ سے زائد شاخیں قائم ہو چکی تھیں۔

الاخوان المسلمين کے ابتدائی پانچ سال خاموش تبلیغ کے سال تھے۔ اس دوران میں یہ ایک دینی و سماجی تنظیم کے طرز پر کام کر رہی تھی۔ حسن البناء نے آغاز میں اپنے طلبہ کے والدین کے لیے شام کی کلاسیں شروع کیں، مساجد میں غیر سی مبارحت اور مشورے کیے، کافی ہاؤس، کلب اور گروں پر جا کر لوگوں سے رابطے کیے۔ روزانہ اسماعیلیہ اور نوائی آبادیوں میں دعوت کا کام کیا جاتا، ہفتہ وار تعلیم میں ماحقہ آبادیوں میں جاتے اور سالانہ تعلیمات میں دور دراز مقامات پر جا کر دعوت دی جاتی۔ ان پانچ سالوں میں سے دوسرے سال میں ابو صویر، پورٹ سعید اور بلاج کے مقامات پر شاخیں قائم ہو گئیں۔ تیسرا سال سویز

میں ایک مضبوط شاخ قائم ہوئی، چوتھے سال دشاخیں قائم ہو گئیں۔

۱۹۳۰ء میں اساعلیہ میں ایک مسجد تعمیر کی گئی، طلبہ و طالبات کے لیے ایک ایک اسکول، ایک ایک کلب اور دارالصناعت قائم کیا گیا جس میں کارکنوں کو مختلف فنون کی تربیت دی جاتی تھی۔ ۱۹۳۲ء میں اساعلیہ میں لڑکوں کا ایک مدرسہ کھولا یا گیا۔ ۱۹۳۲ء ہی میں حسن البنا نے ملکی سیاسی عدم استحکام کے تناظر میں رابطہ عوام مہم شروع کی اور پورے ملک کا دورہ کر کے الاخوان المسلمون کی شاخیں قائم کیں۔ مخالفین نے آپ پر الزامات لگائے، سرکاری سطح پر تحقیقات ہو گئیں لیکن الزامات غلط ثابت ہوئے اور آپ کو بری قرار دیا گیا۔ اس طرح الاخوان المسلمون اور حسن البنا کا نام عام لوگوں کے سامنے متعارف ہو گیا۔ ۱۹۳۳ء میں جب آپ کا ت拔دہ اساعلیہ سے قاہرہ ہوا تو قاہرہ میں آپ کے چھوٹے بھائی عبدالرحمٰن البنا "اسلامی کلچرل سوسائٹی" کے نام سے کام کر رہے تھے۔ حسن البنا کے قاہرہ منتقل ہونے پر عبدالرحمٰن البنا نے اسلامی کلچرل سوسائٹی کو اخوان میں ضم کر دیا۔ اس وقت اخوان کی کل ۵۰ شاخیں کام کر رہی تھیں۔ حسن البنا کے قاہرہ منتقل ہونے کے بعد مرکزی دفتر بھی قاہرہ منتقل ہو گیا۔ ۱۹۳۲ء میں کارکنوں کی پہلی جزل کا انفرنس ہوئی جس میں دیگر عرب ممالک کے کئی وفد بھی شریک ہوئے۔

دسمبر ۱۹۳۳ء میں الاخوان المسلمون کی دوسری جزل کا انفرنس ہوئی جس میں پورے ملک میں رابطہ عوام مہم چلانے کا پروگرام بنایا گیا۔ اپنا چھاپہ خانہ اور اخبارات جاری کرنے کا فیصلہ بھی کیا گیا، چنانچہ پورے مصر ہی میں نہیں شام، لبنان، شرق اردن، فلسطین، سوڈان اور جنوبی افریقہ میں بھی تبلیغی و فود بھیجے گئے جنہوں نے ان ممالک میں الاخوان المسلمون کی شاخیں قائم کیں۔ ۱۹۳۳ء میں ہفت روزہ "الشیر" اور "المجۃ" اور روزنامہ "الاخوان المسلمون" شائع ہونا شروع ہوئے۔ اس کے ساتھ ساتھ محمودیہ (المیرۃ) میں کپڑے اور قلین بانی کا ایک کارخانہ بھی کھولا گیا۔ قرآن پاک کے حفظ و ناظرہ کے مدارس کھولے گئے۔ ملک بھر میں پچاس سے زائد شاخوں میں سے ہر ایک نے علاقے کی ضرورت کے مطابق کوئی نہ کوئی مفید اسکیم شروع کر لی تھی۔

۱۹۳۵ء میں تیسری جزول کا نفرنس ہوئی۔ بین الاقوامی سیاست میں تناؤ کی کیفیت بڑھتی جا رہی تھی اور ایک بڑی جنگ کا خطرہ محسوس ہوا تھا۔ تیسری جزول کا نفرنس میں الاخوان المسلمون نے نوجوانوں کے اس کاوش دستے قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس وقت تک تنظیم میں ہر عمر اور طبقہ زندگی کے افراد بڑی تعداد میں شامل ہو چکے تھے لہذا کارکنان کی درجہ بندی کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی۔ ایک خصوصی اجلاس میں کارکنان کے معیار کے لحاظ سے درج ذیل چار درجات مقرر کیے گئے:

۱۔ پہلا درجہ: معاون

۲۔ دوسرا درجہ: منصب

۳۔ دوسرا درجہ: عامل

۴۔ چوتھا درجہ: مجاہد

۱۹۳۸ء میں جب دوسری جنگ عظیم کے خطرات بالکل نمایاں طور پر نظر آرہے تھے، حسن البناء نے با ضابطہ طور پر سیاست میں حصہ لینے کا اعلان کیا۔

تنظیم:

۱۹۳۰ء میں الاخوان المسلمون کا دستور مرتب کیا گیا اور اسی دستور کے مطابق تنظیمی فیصلے اور ان پر عمل درآمد کیا جاتا رہا۔ ۱۹۳۰ء کی دہائی کے وسط میں کارکنوں کی لیاقت اور کام کے لحاظ سے ان کے چار درجات مقرر کیے گئے:

کارکنوں کے درجات:

۱۔ پہلا درجہ: معاون (Assistant)

ہر وہ فرد جو تنظیم کے بنیادی اصولوں سے متفق ہو اور ہر ماہ چندہ ادا کرے، اخوان کا معاون بن سکتا ہے۔

۲۔ دوسرا درجہ: منصب (Associate)

اس کے لیے تنظیم کے اصولوں پر کاربند رہنا، اجتماعات میں باقاعدگی سے شرکت کرنا اور امیر کی اطاعت کرنا لازم ہے۔

۳۔ تیسرا درجہ: عامل (Worker)

یہ اپنے آپ کو جماعت کے کاموں کے لیے وقف کرتا ہے، اس کے لیے جسمانی تربیت اور قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرنا اور ارکانِ اسلام پر سختی کے ساتھ کاربند رہنا ضروری ہے۔

۴۔ چوتھا درجہ: مجاہد (Activist)

یہ آخری درجہ ہے۔ یہ لوگ تن من دھن کی باری لگانے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں۔ اس درجہ میں شمولیت کے لیے کم از کم ۱۸ سال عمر اور بارکردار اور نیک شہرت کا حامل ہونا ضروری ہے۔

جنگ عظیم دوم کے بعد حالات یکسر تبدیل ہو گئے۔ تنظیم کی ضرورت کے لحاظ سے دستور میں تراجمیں ضروری ہو گئیں لہذا ۱۹۳۵ء میں دستوری کمیٹی نے تراجمیں تجویز کیں۔ ۸ ستمبر ۱۹۳۵ء کو کارکنان کے اجتماع نے اس کو توثیق کی۔ ۱۹۳۸ء اور پھر ۱۹۵۱ء میں دستور میں تراجمیں ہوئی۔ نئی تراجمیں کے تحت الاخوان المسلمون کی تنظیم کی ایک خاص بات یہ ہے کہ اس کے شعبے اور ادارے اور اس کے ذیلی یونٹ مرکز کی نگرانی اور گرفت میں تور ہتے ہیں لیکن خاصی حد تک خود مختارانہ انداز میں کام کرتے ہیں۔ اس طریقہ کار سے ان کے تجارتی اور فلاحی منصوبے کامیابی سے چلتے رہے اور ذیلی یونٹوں کے آزادی کے ساتھ کام کرنے کی وجہ سے دعوت تیزی سے پھیلی۔ البتہ اس کا ایک منفی اثر یہ بھی ہوا کہ مختلف سطحوں یا مقالات پر طریقہ کار کے بارے میں مختلف نقطے نظر پیدا ہونے کے موقع پر لوگوں نے اپنے موقف کی بناء پر تنظیم سے الگ ہو کر اپنے موقف کے مطابق علیحدہ سے سرگرمیاں شروع کر لیں جس کی وجہ سے تنظیم کو نقصان اٹھانا پڑا۔

مقصد اور نصب العین:

۱۹۳۵ء میں الاخوان المسلمون کے دستور اساسی میں اخوان کے بنیادی مقاصد کو واضح کر دیا گیا تھا۔ یہ مقاصد درج ذیل تھے:

- ۱۔ اسلام کی تقویت، سر بلندی اور اسلامی فلاحی مملکت کی تشكیل کے لیے جدوجہد کرنا۔
 - ۲۔ خلافت را شدہ کا نظام قائم کرنا اور خلافت کے ادارے کو برقرار رکھنا۔
 - ۳۔ اسلامی دولت مشترکہ کے قیام کے لیے کوشش کرنا۔
 - ۴۔ مصری معاشرہ میں ثقافت اور کلچر کے نام پر پھیلانے والے لادینی نظریات کے آگے بند باندھنا اور عوام کو اسلامی ثقافت اور کلچر سے روشناس کرانا۔
 - ۵۔ اسلامی نظام تعلیم رائج کرنا اور دینی تعلیم کی وسیع پیمانے پر اشتاعت کرنا۔
 - ۶۔ عورتوں کے حقوق کی حفاظت کے ساتھ ساتھ ان میں دینی اور عصری تعلیم کو رواج دینا۔
- ایک موقع پر حسن البنانے الاخوان المسلمون کا منتهیہ مقصود (نصب العین) بتاتے ہوئے کہا:
- اخوان کی کوششوں کا مقصود و مطلوب بھی ہے کہ مسلمانوں کی نئی نسل کو اسلام کی صحیح تعلیمات سے اس درجہ آشنا کر دیا جائے کہ وہ قومی زندگی کے سارے گوشوں کو اسلام کے رنگ میں رنگ دیں۔

اصول:

حصول مقاصد کی غرض سے الاخوان المسلمون نے چچ نکاتی اصول بھی طے کیے تھے جن کا خلاصہ یہ ہے:

پہلا اصول: قرآن مجید کی تعریج اور تعبیر سائنس فک بنیادوں پر کرنا تاکہ اسلام کے خلاف دور جدید کے ٹکلوک کا ازالہ کیا جاسکے۔

دوسری اصول: قرآنی اصولوں کی بنیاد پر مصری قوم کو تجد کرنے کے لیے جدوجہد کرنا۔

تیسرا اصول: قومی دولت کے ساتھ ساتھ عوام کا معیار زندگی بلند کرنا۔ عوام کو معاشرتی انصاف اور تحفظ مہیا کرنا۔

چوتھا اصول: ہر سطح پر عوام کی خدمت کرنا۔ خاص طور پر غربت، بیماری اور برائی کے خلاف جہاد کرنا۔

پانچواں اصول: وادیٰ میں اور تمام عرب ریاستوں کی آزادی کے لیے جدوجہد کرنا اور ان ممالک

میں جہاں مسلمان اقلیت میں ہوں، ان کے حقوق اور مفادات کے تحفظ کے لیے کوشش کرنا۔
چھٹا اصول: انسانی اور اسلامی بینادوں پر بننے الاقوای امن کے لیے جدوجہد کرنا۔

دعوت:

الاخوان المسلمون کی دعوت یہ ہے کہ جب ہم مسلمان ہیں تو ہماری پوری زندگی کو خواہ انفرادی ہو یا اجتماعی، خالص مسلمان ہونا چاہیے۔ ان کا پیغام یہ ہے کہ اسلام ایک مکمل نظام زندگی ہے اس وقت جتنے بھی نظریہ حیات اور نظام زندگی ہیں جن پر لوگ چل رہے ہیں وہ اس سے دست کش ہو جائیں اور اپنے دل و دماغ، اعضائے جسمانی، خواہشات نفس، انفرادی معاملات اور اجتماعی امور سب پر اللہ کی حکومت کو عملاً تسلیم کر لیا جائے۔

ایامِ رمضان کے لئے خاص دُعائیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

پہلا عشرہ رحمت

دَهِتْ اغْفِرْوَارَحْمَرْ وَأَنْتَ خَيْرُ الرِّحْمَنِينَ
لَهُ يَسِّرْ رَبِّنِيَّ بَخْشَنَ دَهُجُورَ حَسْمَ فَرْمَا، تَسْبِيْ بَهْرَ رَحْمَ فَرْمَنَ دَالَّا بَهْ
دُوسْرَا عشرہ مغفرت

أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَأَتُوْبُ إِلَيْهِ،
نَسْ اثْسَتْ تَاهِمَ كَاهِرِوْنَ کِيْ بَخْشَنَ مَكْهَرَ رَنْجَهُ ہُرْسَ بَهْرِيْرَ بَهْبَهَے اور آسَی کی طرف بَجْرَعَ کَتَارَقَ ہُرْنَ

تیسرا عشرہ شنجات

أَللّٰهُمَّ إِنَّكَ عَفُوْا تُحِبُّ الْعَفْوَ قَاعِفٌ عَنَّا،
لَهُ الشَّبِيْهُ شَكْرَتْ مَعَاتَ کرَنَے کو پسند کر لے پس ہیں مَعَاتْ غَرِيَادَ
اس کے ساتھ کثرت سے

لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ كَذَكْرِيْسَ — يَفْضِلُ الذَّكْرِ بِهِ
الْحَمْدُ لِلّٰهِ يَافْضِلُ الدُّعَاءِ بِهِ

جامعہ و ماحقہ شعبہ جات کے ممولات و سرگرمیاں

محمد بلال خلیل

جامعہ تبلیغ القرآن

ختم بخاری شریف:

4 مئی 2014 درس نظامی سے فارغ التحصیل طالبات کے لیے، چادر پوشی و تقسیم اسناد کی تیسری سالانہ تقریب منعقد کی گئی۔ جس میں 12 طالبات دورہ حدیث سے فارغ ہوئیں۔ تقریب میں جامعہ روضۃ الاسلام کے مفتی محمد مسلم نتوی صاحب نے اصلاحی بیان کیا جبکہ دارالعلوم سرحد کے شیخ الحدیث مفتی سید قمر صاحب نے بخاری کی آخری حدیث کا درس دیا۔

دورہ تفسیر القرآن ربماں المبارک:

سکول و کالج کے طلباء و طالبات اور عوامِ انس کے لیے مختصر دورانیہ میں قرآن مجید کا ترجمہ و تفسیر سکھنے کے لیے 14 جون 2014 سولہواں، دورہ تفسیر القرآن کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں مہمان خصوصی "شیخ القرآن سید امیر حسین باچا صاحب" نے افتتاحی اصلاحی بیان فرمایا۔ یاد رہے اس سال منفرد انداز میں قرآنی آیات اور موضوعات کو واضح کیا جائے گا۔ روزانہ فرائض درس مولانا مفتی محمد ایاز اور مولانا سمیع الحق جبکہ مختلف قرآنی موضوعات کے لیے ڈاکٹر عمر، ڈاکٹر شاء اللہ اور ڈاکٹر اکرم الحق یا سین صاحب کی خدمات حاصل کی جائیں گی۔ یہ درس آپ www.alishaat.com پر live بھی سن سکتے ہیں۔

دورہ تجوید و تدریب المعلمين کورس:

1 جون 2014 سے "تبیغ القرآن تعلیمی سوسائٹی" کے زیر انتظام 8 روزہ دورہ تجوید و تدریب المعلمين کورس کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں ماہر اساتذہ (ڈاکٹر مولانا حشمت علی، قاری لقمان احمد، قاری سمجھان اللہ

، شکیل احمد اور مفتی مولانا محمد ایاز صاحب) نے لیکچر زدیے۔ اس میں طلباء و طالبات کو موثر طریقے پر علم کی منتقلی ممکن بنانے اور قرآن کریم کی کماحقة تلاوت کرنے کے لیے تمام شاخوں کے معلمین و معلمات کو اصول و قواعد تجوید کی تعلیم، عملی مشق اور اصول تعلیم کی روشنی میں مختصر ٹپر ٹریننگ فراہم کی گئی۔

اصلائی بیان:

اصلاح عقائد و اعمال کے ذریعے اصلاح معاشرہ جامعہ کی اولین کوشش رہی ہے، اسی لئے جامعہ میں مختلف اوقات اور مقامات پر اصلائی بیانات ہوتے رہتے ہیں جن میں عقائد و اعمال کے علاوہ گھر بیو مسائل، تربیت اولاد، معاملات کی درشگی، پرداہ وغیرہ جیسے موضوعات کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ اسی مناسبت سے 5 جون 2014 بعد نماز عصر رام الحروف محمد بلال نے ”نصف شعبان اور زکوٰۃ“ کے موضوع پر اصلائی بیان کیا۔

اختتام فاضلہ دینیات و ترجمہ و تفسیر کلاس:

9 جون 2014 فاضلہ دینیات اور ترجمہ و تفسیر القرآن سے فارغ ہونے والی طالبات کے لیے، چادر پوشی و تقسیم اسناد کی تقریب منعقد کی گئی جس میں 29 طالبات فاضلہ دینیات جبکہ ترجمہ و تفسیر القرآن سے 19 طالبات مستفید ہوئیں۔ تقریب میں رئیس جامعہ تبلیغ القرآن، مولانا مفتی محمد ایاز صاحب نے اصلائی بیان کیا اور آخری سورتوں کا درس دیا۔

تنظیمی سرگرمیاں

منظمه اجلاس: دورہ تفسیر القرآن 2014 کی افتتاحی تقریب، دعویٰ پہلو، زکوٰۃ ہمہ اور جامعہ کے قرض کے حوالے سے 25 مئی 2014 کو شوری کا اجلاس ہوا جس میں تمام ناظمین یو نیشن، ذمہ داران شعبہ جات اور ارکین نے شرکت کی۔

دورہ تفسیر القرآن 2014 کی افتتاحی تقریب، دعویٰ پہلو کے حوالے سے 8 جون 2014 کو شوری کا اجلاس ہوا جس میں تمام ناظمین یو نیشن نے شرکت کی۔

شب مذاکرہ: رجال کار میں قائدانہ صلاحیتوں کو اجاتگر کرنے اور مجلس منظمه کے ارکان کی تربیت کی غرض سے مختلف موقوں پر تربیتی اجلاس، کلاسز اور شب مذاکرے منعقد ہوتے رہتے ہیں اسی سلسلے میں 5 جون 2014 کو شب مذاکرہ منعقد ہوئی جس میں خاص اراکین نے شرکت کر کے تربیت حاصل کی۔

مختلف سرگرمیاں

9 مئی 2014 جامعہ کی ذیلی شاخ ”مرسہ سیدہ حفظہ گل آباد“ میں 8 بچیوں نے ناظرہ قرآن پاک ختم کیا۔ اس موقع پر جامعہ کے نائب مفتی مولانا ضیاء الحق صاحب نے تغییراتی القرآن پر بیان فرمایا۔ 11 مئی 2014، جامعہ کے وفد (مفتی مولانا محمد ایاز، ڈاکٹر حشمت علی، راقم الحروف اور قاری لقمان احمد صاحب) نے مسجد امام ابوحنیفہ، اور وہاں موجود جدید لا بسیری کا دورہ کیا۔ اور معہد کے ڈائریکٹر ڈاکٹر ظاہر شاہ صاحب، کے ساتھ نشست ہوئی۔ جس میں ڈائریکٹر صاحب نے تعلیم اور نظام تعلیم کے حوالے سے اپنی تینی آراء و تجویز پیش کیں۔

16 مئی 2014 سے رئیس جامعہ تبلیغ القرآن، مولانا مفتی محمد ایاز اور ڈاکٹر حشمت علی صاحب نے بلوچستان کے ساتھیوں کی دعوت پر کوئی، چمن اور پشین کا دورہ کیا۔ پشین میں مولانا حافظ عبدالحی جبکہ چمن میں مولانا حافظ داؤد کے مدرسہ میں اجتماعات کا انعقاد ہوا۔ اس دورہ میں بلوچستان کے اہم علماء، شیخ القرآن مولانا حافظ انور، مولانا آغا محمد، حاجی عزیز اللہ، مولانا زاہد الرحمن، مولانا صدیق اللہ اور محترم احسان اللہ صاحب کے ساتھ ملاقاتیں اور مختلف جماعتی اور تنظیمی مجالس منعقد ہوئیں۔

22 مئی 2014 مسلم سٹوڈنٹس آر گنائزیشن کے زیر اہتمام منعقدہ ”شان امیر معاویہ کانفرنس“ میں رئیس جامعہ تبلیغ القرآن، مولانا مفتی محمد ایاز، جناب شمس الحق اور حاجی پرویزمحمدان نے شرکت کی۔ 24 مئی 2014 سے وفاق المدارس العربیہ پاکستان، کے تحت منعقدہ امتحان میں جامعہ کا بطور امتحانی ہال امتحاب ہوا۔ امتحان میں 334 طالبات جبکہ 12 امتحانی عملہ نے شرکت کی۔ دوران امتحان جامعہ نے امتحانی عملہ و طالبات کو بھر پور سہولیات فراہم کیں۔

یکم جون 2014، ”جامع مسجد نہر پل سردار احمد جان کالوںی“ میں مولانا طیب راشدی کے ہاتھ ختم قرآن کے موقع پر رئیس جامعہ تبلیغ القرآن، مولانا مفتی محمد ایاز اور شیخ القرآن والحدیث غلام حبیب ہزاروی صاحب کا خطاب ہوا۔ پروگرام سے واپسی پر، شیخ القرآن والحدیث غلام حبیب ہزاروی صاحب نے جامعہ تبلیغ القرآن کا دورہ کیا۔ اس دوران انہوں نے جامعہ کی مختلف سرگرمیوں کو سراہا، اور ثبت تاثرات کے ساتھ عملہ کی حوصلہ افزائی فرمائی۔

8 جون 2014 جامعہ کی ذیلی شاخ مدرسہ تعلیم القرآن افغان کالوںی، میں سالانہ دستار بندی و تقسیم اسناد کے موقع پر رئیس جامعہ تبلیغ القرآن، مولانا مفتی محمد ایاز صاحب اور مولانا سمیع الحق صاحب نے اصلاحی بیان فرمایا۔

2 جون 2014، ”جامع مسجد حیات آباد فیفر 6“ میں دورہ تفسیر کے افتتاح کے موقع پر رئیس جامعہ تبلیغ القرآن، مولانا مفتی محمد ایاز صاحب نے افتتاح کیا۔

11 جون 2014 سے ”مدرسہ نمرۃ البینات، دیر بالا“ میں سہ روزہ اجتماع دورہ تفسیر اور دورہ حدیث کے اختتام کے موقع پر مولانا گل زادہ صاحب کی دعوت پر رئیس جامعہ تبلیغ القرآن، مولانا مفتی محمد ایاز صاحب بمعہ راقم الحروف اور قاری لقمان احمد صاحب گئے اور وہاں معلمات، طالبات اور شرکاء سے انتظامی امور کے حوالے سے تدریب المعلمات کلاس کی انعقاد کی گئی جس میں مفتی صاحب اور قاری لقمان احمد صاحب نے کلاس لی۔ اس کے علاوہ مفتی صاحب نے، ختم قرآن کے موقع پر قرآن پاک کے آخری سورتوں، اور ختم بخاری کے موقع پر آخری حدیث کا درس دیا۔

11 جون 2014، ”مولانا اشfaq صاحب اور مولانا عبد المالک صاحب، ورسک روڈ“ کی دعوت پر ان کے منعقد کردہ دورہ تفسیر القرآن کے اختتام کے موقع پر رئیس جامعہ تبلیغ القرآن، مولانا مفتی محمد ایاز اور مولانا عبد الباری صاحب تشریف لے گئے وہاں پر اصلاحی بیان اور آخری سورتوں کا درس ہوا۔

خادم ویلفسیر سوسائٹی: (KWS)

پانی کا چلر (Filtered Water Chiller):

”خادم“ کے زیر اہتمام، ”خادم فلٹریشن پلانٹ“ میں چلر گئی۔ اور جولائی 2014ء، ادارہ کی طرف سے گھروں، دفاتر، تعلیمی اداروں اور مختلف مارکیٹس میں صاف ٹھنڈے پانی (Cooled Water) کی فراہمی شروع کی جائے گئی۔ جس میں 15 لیٹر ٹھنڈا پانی 25.Rs پر مہیا کیا جائے گا۔ یاد رہے کہ یہ رقم رفاهی کاموں اور تیکموں بیواؤں پر خرچ کی جاتی ہے۔

چھرمار سپرے ٹھم: 5 مئی 2014ء، جامعہ کی مرکزی اور تمام ذیلی شاخوں میں چھرمار سپرے ٹھم چلائی گئی۔ فری میٹرک رزلٹ: 18 جون 2014ء خادم کی جانب سے میٹرک کے طباء و طالبات کو فری میٹرک رزلٹ کی سہولت فراہم کی گئی۔ جس میں کثیر تعداد میں طباء و طالبات کو بالمشافہ، بذریعہ فون اور میجن رزلٹ دیا گیا۔

مفت قرآنی مصاحف تقسیم: 27 جون 2014ء، ”خادم“ کے زیر اہتمام، منظم سروے کے بعد گردنوواح کے مختلف مساجد و مدارس میں قرآنِ مجید مفت تقسیم کیے گئے۔

رمضان فوڈ پکیج: 27، 28 جون 2014ء ”خادم“ کی جانب سے مستحقین، غریب و نادار، تیکم و بیواؤں اور متاثرہ خاندانوں میں 600 پکیج پر مشتمل تقریباً 18 لاکھ کار م رمضان فوڈ پکیج راشن تقسیم کیا گیا۔ پروگرام میں مختلف سماجی، مذہبی اور سیاسی شخصیات خصوصاً وزیر بلدیات جناب عنایت اللہ صاحب، استثن کمشنز پشاور ممتاز خان صاحب، ایڈیشنل استثن کمشنز پشاور حافظ احمد کمال صاحب، چیف میونسل آفیسر جاوید امجد صاحب، صوبائی نائب امیر جماعت اسلامی اشیخ مولانا اسماعیل صاحب اور امیر جماعت اسلامی شلح پشاور بحر اللہ ایڈوکیٹ نے شرکت کی۔ پروگرام کے آخر میں ادارہ کے سرپرست مولانا مفتی محمد ایاز صاحب نے دعا کی اور مہماں کے ساتھ مل کر فوڈ پکیج تقسیم کیا۔